DATA ENTERED

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ عَزَّ وَجَلَّ

وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِی مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ

اور یہ ہے شاہراہ میری سیدھی سو اس کو لو۔ اور دوسری راہوں کو مت لو۔ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ
کے راستے سے جدا کردیں گی

آیۂ مقدسہ کی روشنی میں

کتاب

صراطِ مستقیم

کا

دوسرا ایڈیشن

جس میں پرویز صاحب اور مولٰنا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کی دعوت پر شریعتِ مقدسہ
کی رو سے غور کیا گیا ہے

منجانب

قاضی عبد السلام الحنفی الاشرفی عفا اللہ عنہ

متوطن زیارت کاکا صاحبؒ۔ حال خطیب جامع مسجد نوشہرہ صدر [illegible] ۔ ضلع پشاور

ہدیہ ناظرین ہے

قیمت دو روپے صرف

صدیق اینڈ کمپنی
تاجران کتب

اھداء ودعاء

اے اللہ! اے دلوں کے پوشیدہ رازوں سے واقف. تجھ پوشیدہ نہیں. کہ اس بندۂ ناچیز نے یہ کچھ حقیر سی خدمت تیری ہی شریعت مقدسہ کی نصرت میں تیری ہی رضا کے لئے کی ہے. مجھے تیرے بے انتہا فضل وکرم اور حقیر نوازی سے یہی امید ہے. کہ تو اس کو قبول فرمائے گا۔

تو اس کا اجر میری جانب سے ہدیہ بحضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے مرشد و مربی، ولی نعمت حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت شیخ شیخ الاسلام والمسلمین مولٰنا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ العزیز کے ارواح مقدسہ کو پہنچا دے جو اس تاریک دور میں تیرے دین کی خدمت، اور تیرے حبیب کی سنت کی حمایت اور قلع بدعات کے مرد میدان تھے۔

اور میرے تمام اقارب واہل حقوق اور تمام امت حبیب کو پہنچا دے اور ان نفوس قدسیہ کے طفیل سے میری اس جد و جہد کو امت حبیب کے نافع اور اپنے مقصد میں کامیاب بنا دے۔ آمین یارب العٰلمین۔

قاضی عبد السلام عفا اللہ عنہ

خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ العزیز

Marfat.com

۲۹۷:۳۶
۳۸۴ س
۱۲۰۸۳

دیباچہ طبع ثانی

مُبسمِلاً وحامِداً ومُصلّیاً ومُسلّماً

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ صراطِ مستقیم کا پہلا ایڈیشن آج سے چھ سال پہلے ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا تھا۔ اور بحمد اللہ تعالیٰ بزرگانِ دین علمائے کرام اور عام برادرانِ اسلام کی محبت کی نگاہوں میں سمایا اور مقبولیت میں اپنی حیثیت سے بہت زیادہ کامیابی حاصل کر کے ختم ہو گیا۔

اگرچہ مرورِ زمانہ سے حالات بدلتے رہتے ہیں جن حالات میں اس وقت یہ لکھا گیا تھا۔ وہ بہت حد تک کچھ بدل گئے ہوں گے۔ لیکن جب تک جناب مودودی صاحب کی تصانیف منصۂ شہود پر موجود ہوں تو ساتھ ساتھ صراطِ مستقیم کا ہونا بھی اشد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کا یہ دوسرا ایڈیشن معہ بہت کچھ زوائد کے ہدیۂ ناظرین کرام ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ علمائے حق کا اختلاف جناب مودودی صاحب سے مذہبی تشریحات اور تعبیرات میں ہے۔ اور بقول حضرت مولٰنا مدنیؒ یہ اختلاف اگرچہ مذہبی بھی ہے۔ اور سیاسی بھی۔ لیکن مذہبی زیادہ اہم ہے۔ اور رہا انسانی زندگی پر کلیتہً اسلام کا بہ تشریح سلف صالحین قانوناً حاکم رہنے کا مطالبہ۔ علماء کرام اور عامۃ المسلمین کا مشترکہ مطالبہ ہے۔

اللہ کریم جل شانہٗ سے دعا ہے کہ وہ اپنی کریمی سے صراطِ مستقیم کو قبول فرما کر طرفین اور عام برادرانِ اسلام کے لئے وصول الی الحق کا ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔

مؤلف

Marfat.com

تقریظ حضرت الفاضل جامع الفضائل مولنا مولوی شفیق اللہ صاحب

مولوی فاضل فاضل دار العلوم دیوبند دام فیضہٗ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ۔ اما بعد ۔ اس فتنہ وفساد کے دور میں جبکہ دین کے لبادے میں اللہ ورسول کا نام لے کر دین قیم پر حملے کئے جارہے ہیں ۔ اور نت نئے طریقوں سے اس کو جڑ وبن سے اکھیڑنے کی کوششیں جاری ہیں ۔ وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے ۔ کہ عامۃ المسلمین کے سامنے ان کا دین صحیح رنگ میں پیش کیا جاتا رہے ، تاکہ حتی المقدور فتنہ پردازوں کے فتنوں سے ان کی بھی حفاظت ہو اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روشنی سے دین قیم کی طرف اوروں کی بھی رہنمائی کرسکیں ۔

پیش نظر کتاب اپنے ناظرین کے دلوں میں انہیں احساسات کو ابھارتی ہے اور مسلمانوں کے وجدان وشعور اور فکر ونظر دونوں سے یہ اپیل کرتی ہے ۔ کہ وہ ظاہری ملمع کاری سے قطع نظر فرماتے ہوئے حقیقت شناسی سے کام لیا کریں کیونکہ بدقسمتی سے عام پڑھے لکھے طبقے پر ظاہری عبارت آرائیوں کا اثر عموماً زیادہ پڑتا ہے ۔

اسی لئے سلیم الفکر ، دقیق النظر اور مصیب الرائے مصنف نے بڑی عرقریزی سے پرویزی تحریک اور مودودی لٹریچر کی خوش نما اور نظر فریب عبارات سے ان کی خامیوں کی صحیح نشاندہی فرماکر اسلام کی صحیح روح اور واقعی حقیقت سے اہل اسلام کو روشناس کرانے کی کوشش فرمائی ہے ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مصنف دام ظلہ کی اس سعی کو بار آور فرماکر قوم کے لئے رشد وہدایت کا سبب بنائے آمین

یہ میری خوش قسمتی ہے ۔ کہ اس کتاب کے بارے میں ان تاثرات کے اظہار کا مجھے موقعہ ملا ۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ ۝

محمد شفیق اللہ عفی عنہ ۔ زیارت کاکا صاحب

Marfat.com

AZHAR MAJID
RESIDENT DIRECTOR
LAHORE

فہرست کتاب

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	التجائے نیاز بہ حضور رب بے نیاز جل وعلا (نظم)	۹
۲	مقدمہ	۱۰
۳	اصل کتاب اور سوء ظن سے اجتناب	۱۳
۴	موجودہ دور ابتلاء	۱۴
۵	مرزا قادیانی کے دعاوی	۱۶
۶	عبداللہ چکڑالوی اور جناب پرویز صاحب	۱۸
۷	فقہ شریف میں جناب مودودی صاحب کی ترمیمات باطلہ	۲۳
۸	پرانے اسلامی مفکرین کا سرمایہ اب کام نہیں دے سکتا۔ دنیا آگے بڑھ چکی ہے۔ اب پھر الٹے پاؤں واپسی ممکن نہیں۔	۲۵
۹	ترکی انقلاب اور علماء مشائخ۔	۲۶
۱۰	ہدایہ شریف اور بدائع الصنائع وقت کے مطابق نہیں بلکہ سدراہ ہیں	۲۷
۱۱	ہدایہ۔ کنز۔ اور عالمگیری لعنت کے مستحق ہیں۔	۲۸
۱۲	عہد رسالت کے احکام کو ہو بہو لینا۔ اور اس میں رد و بدل نہ کرنا رسم پرستی ہے۔	۳۰
۱۳	میں کسی مذہب کا پابند نہیں ہوں۔	۳۰
۱۴	قدیم فقہی کتابوں کو جاری کرنا اصلاً غلط ہے۔	۳۱
۱۵	اہل علم کے لئے تقلید گناہ بلکہ اس سے شدید تر چیز ہے۔	۳۱
۱۶	جناب شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے متعلق غلط بیانی۔	۳۲
۱۷	امام غزالیؒ کے متعلق تقلید کے بارے میں غلط بیانی۔	۳۴
۱۸	سینما دیکھنا۔ فلم بنانا۔ تصویر کشی۔ سب جائز ہے۔	۳۵
۱۹	انگریزی بال بنانا اس قسم کے اور جزوی تشبیہات میں کوئی حرج نہیں۔	۳۸

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۰	باریک سے باریک جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے۔	۴۱
۲۱	نماز میں تکبیر اولیٰ کے سوا بھی ہاتھ اٹھانا جائز ہے۔	۴۲
۲۲	خفیہ نماز میں مقتدی کو بھی سورۂ فاتحہ پڑھنا چاہیئے۔	۴۳
۲۳	شرعی سفر کے لئے کوئی خاص اندازہ مقرر نہیں ہے۔	۴۴
۲۴	لعان کی حقیقت اور جناب کا اپنا نیا ضابطہ شرعیہ	۴۵
۲۵	طلاق ثلاثہ پر پابندی	۴۷
۲۶	خیار بلوغ میں ترمیم	۴۸
۲۷	خیار عیب میں ترمیم	۵۰
۲۸	تفسیر قرآن پاک میں مودودی کے خیالات باطلہ کے چند نمونے۔	۵۱
۲۹	گدھے۔ بلی۔ کوے وغیرہ حیوانات کے گوشت کی حرمت سے انکار	۵۱
۳۰	ولکن الشیاطین کفروا ابن سحر کی تفسیر تعویذ گنڈوں سے۔	۵۳
۳۱	فسجدوا الا ابلیس میں سجدے سے مراد تسخیر ہے۔	۵۴
۳۲	ورفعنا فوقکم الطور میں رفع حقیقی سے انکار۔	۵۴
۳۳	رمضان شریف میں طلوع فجر میں کھانے پینے کی اجازت۔	۵۵
۳۴	حضرت یونس علیہ السلام پر تنقید۔	۵۶
۳۵	حضرت ابراہیم وغیرہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام پر قبل نبوت شرک کی تہمت نعوذ باللہ۔	۵۸
۳۶	عصمت انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین۔	۶۱
۳۷	جناب کا ایک نکتۂ لطیف۔	۶۲
۳۸	عصمت اور حفاظت کی تعریف اور ان میں فرق۔	۶۳
۳۹	قرآن وسنت سب پر مقدم ہیں۔ لیکن تفسیر وحدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں۔	۶۵
۴۰	قرآن پاک کے لئے کسی تفسیر کی حاجت نہیں۔	۶۶
۴۱	احادیث کے پرانے ذخیرے سب قابل تنقید ہیں۔	۶۶

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۲	تلقف ما یأفکون کی تفسیر میں عصا کا لاٹھیوں کو نگل جانے سے انکار	۶۶
۴۳	سجدۂ تلاوت کے وجوب اور شرائط سے انکار	۶۹
۴۴	مصارف زکوٰۃ میں مؤلفۃ القلوب کے منسوخ ہونے سے انکار	۷۰
۴۵	حالتِ اضطرار میں متعہ کا جواز	۷۰
۴۶	احادیث کے متعلق مودودی صاحب کے خرافات کے چند نمونے	۷۵
۴۷	احادیث پر کلیتہً اعتماد درست نہیں۔	۷۵
۴۸	سند کی صحت حدیث کی صحت کی کوئی لازمی دلیل نہیں۔	۷۶
۴۹	بخاری شریف کی تمام احادیث جوں کی توں بلا تنقید قابلِ قبول نہیں۔	۷۶
۵۰	رسولِ پاک کی چار حیثیتیں ہیں جن میں سے ایک حجت ہے۔ باقی نہیں	۷۷
۵۱	جس طرح عام انسانوں سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ اسی طرح انبیاء سے بھی ہو سکتی ہیں۔	۸۰
۵۲	رسولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنایا جائے۔	۸۱
۵۳	رسالہ دار العلوم سے جناب مہتمم صاحب دار العلوم دیوبند کا ایک مقالہ	۸۲
۵۴	ایک عجیب واقعہ	۸۵
۵۵	ہم عصر علما اور بزرگانِ دین کے متعلق ایک ہمدرد صاحب کا مودودی صاحب کو مشورہ اور آپ کا نمونۂ تہذیب جواب	۸۵
۵۶	مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی پابندی کی ضرورت اور جناب کی لامذہبی۔	۸۸
۵۷	سنت و بدعت کی اصطلاحات سے انکار	۸۹
۵۸	ڈاڑھی کی حد شرعی سے انکار۔	۹۰
۵۹	دجال کو ایک افسانہ فرمایا۔	۹۱
۶۰	دجال کے متعلق فاطمہ بنت قیس کی پوری روایت۔	۹۳
۶۱	مجدد بننے کی ہوس۔	۹۴
۶۲	جاہلیتِ مشرکانہ نے عوام پر حملہ کیا ہے۔	۹۷

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
٦٣	تمام علماء اور مشائخ اور اولیاء کرام پر بلا استثناء کسی ایک کی جاہلیت راہبانہ کا دعویٰ۔	٩٧
٦٤	اب تک کوئی مجدد کامل پیدا نہیں ہوا مجدد کامل کا مقام خالی ہے۔	٩٨
٦٥	حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ پر سخیف طعن	٩٩
٦٦	مستقل قوت اجتہادی اور مستقل شاہراہ بنانے کی خواہش۔	١٠٠
٦٧	مودودی تحریک کے متعلق اکابر علمائے حق کی رائے۔	١٠٢
٦٨	حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا ارشاد گرامی۔	١٠٢
٦٩	جمعیۃ العلمائے ہند کا متفقہ فیصلہ۔	١٠٥
٧٠	شیخ الاسلام حضرت مولٰنا مدنیؒ کا مستقل فتوے۔	١٠٦
٧١	اس جماعت کی کوششیں اس اسلام کے لئے نہیں جو حقیقی ہے۔	١٠٧
٧٢	مفتی اعظم سہارنپور کا فتویٰ	١٠٨
٧٣	فتویٰ دار العلوم دیوبند	١٠٩
٧٤	فتویٰ حضرت مولٰنا ظفر احمد عثمانی صدر جمعیۃ العلمائے پاکستان ڈھاکہ	١١١
٧٥	مودودی منکر حدیث ہے۔ گمراہ اور مبتدع ہے۔	١١٢
٧٦	حضرت مولٰنا غلام غوث صاحب ہزاروی مدظلہم العالی کا بیان۔	١١٣
٧٧	علمائے ملتان کا فتوے	١١٥
٧٨	مودودی جماعت قدیم فرقہ اہل ہوئے اور اہل بدع کے حکم میں ہے	١١٥
٧٩	مودودیوں سے خلطا اختلاط جائز نہیں۔	١١٦
٨٠	مودودی ارکان کی امامت میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔	
٨١	علمائے لائل پور کا متفقہ فیصلہ۔	١١٦
٨٢	چمن علمائے حق کا فیصلہ	١١٧
٨٣	حضرت مولٰنا عبد الحق صاحب مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ کا اعلان	١١٨
٨٤	مودودی ایک جدید فرقہ کے بانی اور نئے قسم کے اسلام کے داعی ہیں۔	١١٨
٨٥	چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما۔ محمدی اسلام یا مودودی اسلام	١٢٠
٨٦	خاتمہ	١٢٣

(منظور عام پریس پشاور)

Marfat.com

التجائے نیاز بحضور ربِّ بے نیاز جلّ و علا

کرم فرما الٰہی مجھ پہ ربّ راز داں ہو کر — نہیں پوشیدہ تجھ سے کوئی بھی راز نہاں ہو کر
ازل سے جاوداں تو ہے ابد تک جاوداں ہو کر — بقا تیری صفت ہے مالکِ ہر دو جہاں ہو کر
کمر کس لی ہے تیرے نام پر تو ہی حمایت کر — سہارے پر ترے اُٹھا ہوں سراپا زیاں ہو کر
بھروسہ پر تری امداد کے بیڑا اٹھاتا ہوں — فلک کے بوجھ اُٹھانے پر تُلا ہوں ناتواں ہو کر
جہاں بھولوں بتا جس جا بہک جاؤں ہدایت کر — جو ہو لغزش تو مجھ کو تھام میرا مستعاں ہو کر
میں وہ ذرّہ صفت ہوں نیستی جسکی حقیقت ہے — نگاہِ لطف سے چمکوں گا خورشید جہاں ہو کر
تجھے پایا تو کیا غم ہے اگر سارا جہاں کھویا — تجھے کھویا تو کیا پائے گا قارونِ زماں ہو کر
بھنور میں تفرقوں کی آ پھنسی ہے کشتیِ اُمّت — لگا دے پار بیڑا یا الٰہی مہرباں ہو کر
ہے وقتِ دادرس نرغے میں ہے دینِ مصطفیٰ یارب — دکھا کچھ قدرت اپنی شان کا شایانِ شاں ہو کر
طفیلِ احمدِ مرسل جو سب پیاروں سے پیارا ہے — عطا کر سرخ روئی حق کو حق کا پاسباں ہو کر

سیہ کاری میں تو یارب یہ قاضی بندہ سب کچھ ہے
مگر بندہ ترا ہی ہے غبارِ آستاں ہو کر

سراپا نیاز قاضی عبدالسّلام عفا اللہ عنہ
خلیفہ مجاز حضرت تھانوی قدس سرہ العزیز

Marfat.com

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِاَهْلِهٖ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی اَهْلِهَا

اَمَّا بَعْدُ

محترم ناظرین سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے فضل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعٰلمین بنا کر بھیجا۔ تو نوع بشر کی نجات کے آپ کو بہت سے علوم و معارف سے بذریعہ وحی سرفراز فرمایا۔ اور آپ کو ان کی تبلیغ پر مامور فرمایا۔ باقی تمام نوع بشر کو آپ کی اچھی پیروی کی تلقین کی حضور اکرم نے پوری تبلیغ فرمائی اور امت میں سے اہل سعادت نے آپ کو عطا کردہ علوم علی قدر مراتب قبول کر کے اچھی پیروی کی کوشش کی۔ جب یہ حقیقت ہے کہ عبادت کی حقیقت پیروئ احکام اور اپنی انتہائی ذلت و پستی کا اظہار ہی ہے۔ تو جس کے احکام کی بے غرض پیروی کی جاتی ہو گی وہی معبود ہو گا۔

چونکہ اسلام میں بندگی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ اس واسطے تعمیل بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کے احکام کی ہو گی۔ اور اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کسی اور کے وضع احکام کی بے غرض تعمیل شرک ہی ہو گی۔

عہد نبوی میں تو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی ذات اقدس کو قبلۂ اطاعت ٹھہرایا مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ الآیہ جس نے اطاعت رسول کی کی۔ اس نے اطاعت اللہ کی کی۔ حضورؐ کے عہد مبارک کے بعد جب کبھی اہل اسلام میں جو واقعات رونما ہوئے تو علمائے زمانہ نے قرآن و حدیث ہی کی طرف توجہ کی۔ اور ان کے اشارات و نصوص سے احکام اخذ کرنے کی جدو جہد کی جو اجتہاد کے نام سے مشہور ہوئی۔ اور اسی جدو جہد کے مستحق کو مجتہد کا نام دیا گیا۔

مجتہدین نے ہر زمانہ میں اپنے اہل زمانہ کے لئے اللہ و رسول کے احکام کی خوب توضیح و تشریح کی۔ اور احکام کو عوام کی سہولت کی خاطر مناسب ترتیب د

Marfat.com

ب باب، فصل فصل ٹھہرائے جس کو اُمّت نے شریعت حقّہ تسلیم کر کے قبول
کیا۔ اور اسی کے ذریعہ سے رضائے الٰہی حاصل کر کے واصل بحق ہو گئے۔ رَضِیَ اللّٰہُ
عَنْھُمْ وَاَرْضَاھُمْ۔

بعد میں جتنے بھی فتنے فسادات رونما ہوئے۔ لیکن شریعت مقدسہ ان فتنوں
سے علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی جدوجہد سے محفوظ رہی۔ اور آج تک محفوظ چلی آ رہی ہے۔
اور قیامت تک انشاء اللہ تعالیٰ محفوظ رہے گی۔

آج ہمارے زمانہ میں جب علم اور اہل علم سے بے اعتنائی کا دور دورہ ہے۔
حضور کی پیشینگوئی یُرْفَعُ الْعِلْمُ وَیَکْثُرُ الْجَھْلُ (علم اٹھ جائے گا اور جہل کی کثرت ہوگی)
کے مطابق علم کی روشنی مدہم پڑ گئی۔ تو ابلیسی فتنوں نے بھی کچھ اور ہی قسم کا رنگ اختیار
کیا۔۔۔۔ شہوات و خواہشات نفسانی کی تو پہلے سے کمی نہ تھی۔ محرّمات شرعیہ
فاش و مباح ہو ہی رہے تھے۔ قانون شرعی کے مقام کو کفار و فساق کے وضع کردہ
قوانین نے لئے ہوئے تھا۔ یہود و نصاریٰ کے وضعی علوم موضوعہ کو نبوی علوم کے
مقابلے میں زیادہ توجہ دی جا رہی تھی۔ رفتہ رفتہ انگریزی جہلیات نے علوم کا نام و مقام
لے لیا۔ اور انگریزی علوم کے حاملین اہل اسلام میں علامے مشہور ہونے لگے۔ ہوتے
ہوتے آج وہ دور بھی دیکھنے میں آیا کہ وہی انگریزی علامے گذشتہ سلف صالحین
اولیائے کاملین بزرگان دین اور ائمہ ہدایت کو طعنے دے رہے ہیں۔ اور قدیم
شریعت مقدسہ کی بجائے اجتہاد کے دعوے کو آڑ بنا کر زمانے کے مطابق نئی
شریعت تصنیف کرنے لگے۔ اور مذہبی انقلاب کا نصب العین لے کر قرآن و سنت
ہی کے نام سے عوام بچاروں کو پھنسا کر زمانہ حال کے مطابق نئی شریعت اور بزعم خود
پرانی بے جوڑ شریعت کے درمیان کشمکش پیدا کر کے پچھلے مذاہب کی تقلید کو غلط بلکہ
شرک تک کہہ کر اس کے بدلے اپنے خانہ ساز باطل مذہب کی ترویج میں لگ کر
اپنے لئے ایک نئی اُمّت نکال لینے اور پھر ان کے ذریعے سے سیاسی اغراض و مقاصد
میں اپنا اُلّو سیدھا کرنے کی ٹھان لی۔

دوستوں ہی کے ہاتھوں دوستی کے نام سے قدیم شریعت حقّہ مصطفویہ کے
ساتھ یہ عداوت دیکھ کر آج سے ایک سال پہلے بندہ نے ایک کتاب "سَبِیْلُ الْمُؤْمِنِیْنَ"

Marfat.com

کے نام سے شائع کی تھی۔ جس کا مقصد علمائے کرام کو توجہ دلانا تھا۔ جو بحمد اللہ اپنے مقصد میں کامیاب رہی۔ اب کی بار پھر چند معروضات کتاب کی شکل میں نہایت خلوص و ادب کے ساتھ عام برادرانِ اسلام کی خدمتِ اقدس میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ اس خاطر کہ موجودہ دورِ فتن میں قدیم شریعتِ مقدسہ کی کچھ نہ کچھ خدمت ہو۔

اور یہ جو آج کل بعض لوگ دھوکہ باز مداری جیسے بن کر برادرانِ اسلام کو قرآن و حدیث اور اللہ و رسول کے میٹھے ناموں سے دین کے رنگ میں دیدہ و دانستہ دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور پچھلی امت مقبولہ مرحومہ سے ان کو کاٹ کر اپنے ساتھ لگانے کے منصوبے باندھ رہے ہیں۔ ان کے شر سے اپنے بھائیوں کی کچھ نہ کچھ حفاظت ہو سکے۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ وَھُوَحَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ؕ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ؎

بگو آنچہ دانی سخن سودمند ‏‏‏‏ وگر ہیچ کس را نیاید پسند

کہ فردا پشیماں برآرد خروش ‏‏‏‏ کہ آیا چرا حق نکردم بگوش

آخیر میں یہ بندۂ عاجز اپنے تمام مخلصین احباب کا بالعموم اور یادگار سلف قدوۂ خلف فاضل اجل مجسمۂ علم و عمل حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب کانپوری حال نزیل عیدر نوشہرہ کا بالخصوص بے حد ممنون ہے جنہوں نے بندہ کے ساتھ اس مسودہ کی تیاری میں بڑی اعانت فرمائی ہے۔ جَزَاھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

نیاز مند قاضی عبد السلام عفا اللہ عنہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ

برادرانِ اسلام! اللہ تعالیٰ نے اِس کرۂ ارضی کو اپنی ساری نعمتوں سمیت انسان ہی کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ اور انسان کو صحیح علم و معرفت حاصل کرکے اس کے مطابق بندگی کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ درحقیقت یہ میدانِ دنیا ہمارے لئے ایک تربیت گاہ ہے۔ اور تمام انقلابات اور مصائب و محن منازل عبرت ہیں۔ اور مقصد آخیر یہی علم و معرفت ہے۔ اور اس کے مطابق عمل جس کی رہنمائی کے مراکز انبیاء علیہم السلام ہوئے ہیں۔ جن کی آخری کڑی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی تھے۔ جب بہ تقدیر الٰہی اپنا کام ختم کرکے بحکم خداوند جل و علا رفیق اعلیٰ سے جا ملنے والے تھے تو کتاب و سنت کی خدمت و اشاعت کا فریضہ علمائے اُمّت کے ذمے ڈال کر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد توریت کی اشاعت و تبلیغ کی خدمت پر مامور کئے گئے تھے) اللہ اللہ کیا شان ہے علماء کی ؎

آسمان بارِ امانت نتوانست کشید

قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

سعید ہیں وہ لوگ جنہوں نے صحیح علم و معرفت میں کامیاب ہونے کے بعد

Marfat.com

اپنی زندگی کی عزیزپونجی اس مقصد جلیل پر قربان کر دی ؎

الٰہی پھولوں میں وہ انتخاب مجھ کو کرے
کلی سے رشکِ گلِ آفتاب مجھ کو کرے

وہ مجھ کو شاخ سے توڑے نہ ہے نصیب مرے
تڑپتے رہ گئے گلزار میں رقیب مرے

لہٰذا تمام اہلِ علم وبصیرت کا یہ منصبی فرض ہے۔ کہ حسب مقدور اُمّتِ مرحومہ کی ہر قسم کی خیر خواہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ ورنہ بصورتِ دیگر قیامت کی روسیاہی اور شفاعت سے محرومی کا خطرہ یقینی ہے۔

برادرانِ عزیز! جیسے دنیا کے معاملات میں لین دین سے کام بنتا ہے۔ اگر ایک طرف سے دینا ہو اور لینا نہ ہو یا لینا ہو اور دینا نہ ہو تو فائدہ پورا نہیں ہوتا۔ پورا فائدہ لین اور دین دونوں پر مرتب ہوتا ہے۔ یہی حال علم کا بھی ہے۔ جس کے لئے دینے کے سوا لینے کا پلہ بھاری ہونا چاہیئے۔ جتنا یہ پلہ بھاری ہوتا ہے۔ اتنا فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔

استاد کے ساتھ ادب اور عقیدت اور فائدہ لینے کا شوق مکمل استفادے کی شرائط ہیں۔ اگر ادب نہیں تو ع

بے ادب محروم ماند از فضل رب

(بے ادب اللہ تعالیٰ کے فضل سے محروم ہے) اگر عقیدت نہیں تو بھی حرمان یقینی ہے۔ علوم کا دارو مدار صرف لینے والے پر لینے کی خواہش کے اندازے پر ہے۔ اور بس۔ اسی سبب سے شیطان کی بھی انتہائی کوشش یہی ہوتی ہے۔ کہ لوگوں کو اہلِ کمال اُستادوں سے اور علمائے کرام سے جتنا ہو سکے بدظن کرے۔ کیونکہ جہاں بدظنی پھیلی شیطان کے لئے راستہ صاف ہو گیا۔ یہیں سے کہا گیا ہے کہ مَنْ لَّمْ یَکُنْ لَہٗ شَیْخٌ فَشَیْخُہُ الشَّیْطَانُ ۱۲ (جس کا مرشد نہ ہو اُس کا مرشد شیطان ہوتا ہے۔)

آج جبکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو تو ظاہری آنکھوں سے دیکھنا ناممکن ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی معصوم کا آنا بھی نہیں جن پر وحی آتی ہو۔ اور شک وشبہ سے پاک ہو (بلکہ شکی لوگوں نے تو نبی معصوم پر بھی رنگ برنگ کے شک کئے اور تہمتیں لگائیں اور محرومی کے عالم میں دنیا سے اٹھائے گئے اور آئندہ بھی ایسے لوگ اسی طرح اٹھائے جائیں گے) اندریں حالات اب علم دین کے حاصل کرنے

Marfat.com

کا ذریعہ سوائے علمائے کرام کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ لہٰذا دین کے چوروں کا بھی یہی وتیرہ رہا ہے۔ کہ جب کبھی دین میں سے کسی چوری کا ارادہ کرتے ہیں۔ تو سب سے پہلے لعن طعن کا نشانہ علماء ہی کو بنا لیتے ہیں۔ اور ان کی نسبت بدظنی پھیلا دیتے ہیں۔ تاکہ اندھیرا ہو جائے اور کامیابی میں سہولت ہو۔ کیونکہ جس انسان کے دل میں جب ایک دفعہ کوئی شک پڑ جاتا ہے۔ تو پھر بڑے سے بڑا آدمی بھی اس کی نظروں میں مشکوک ہو جاتا ہے۔ اور اہل اصلاح اور اہل علم پر شکوک و اوہام کے باعث اللہ تعالیٰ کی جانب سے عوام پر خیر کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ عزّ شانہٗ نے اپنے بندوں کو اس مہلک بیماری سے بچنے کے لئے یوں ارشاد فرمایا ہے۔ ارشاد عالی ہے:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۖ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ط	اے ایمان والو! بچو بہت سی بدگمانیوں سے۔ بے شک بعض بدگمانیاں سخت گناہ ہوتی ہیں۔

اور حضور نے بھی ارشاد فرمایا ہے:

اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ ط	بچے رہو بدگمانی سے بیشک بدگمانی بڑی جھوٹی بات ہے۔

بنا بریں عرض خدمت ہے کہ ان آئندہ اوراق سے صحیح فائدہ لینے کی خاطر دل کو تمام وساوس اور بدگمانیوں سے خالی کر کے خالص غیر جانبداری کی فضا میں ان معروضات کو پڑھنے کی کوشش کریں۔ اور پھر سوچیں کہ معاملہ دین کا ہے۔ اور دین سے عزیز ترین چیز دنیا میں کوئی نہیں ہو سکتی۔ کسی کی دنیا بنانے کی خاطر اپنے دین کو نقصان پہنچانا عقلمندی نہیں ہے۔

عزیزان محترم! درآنحالیکہ ارشاد الٰہی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ الآیہ	تمہارے لئے رسول اللہ کی ذات میں اچھا نمونہ ہے۔

یعنی ہدایت کا راستہ رسول اللہ صلعم کی اچھی پیروی ہے۔ اور ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ	جو کوئی ہدایت واضح ہو جانے کے بعد

Marfat.com

مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ط وَسَاءَتْ مَصِيْرًا ٥

رسول پاک کی مخالفت کرے اور جو مومنوں کے سوا اور کسی راستہ کی پیروی کرے ہم اس کو اسی راستہ پر پھر جانے دیں گے جس پر وہ پھر گیا۔ اور ڈال دیں گے اس کو جہنم میں اور بری جگہ ہے وہ۔

تو جبکہ ہم اس نور مجسم ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور حیات سے پونے چودہ سو برس دور ہو گئے ہیں۔ ارشادات بالا کی تعمیل کے لئے سوا اس کے ہمارے پاس اور کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ کہ پچھلی کتابوں کے ذخیروں پر اعتماد کریں۔ اور جیسے پچھلے بزرگوں نے اور دین کے اماموں نے قرآن و حدیث کو سمجھا ہے اور عمل کیا ہے۔ اور تمام امت نے اس طرز عمل کو قبول کیا ہے۔ اسی کو ہم بھی قبول کریں۔

مقام غور ہے، آئیے اپنے لئے راہ نجات متعین کریں اور گمراہی سے بچیں اور یقین جانیں کہ صدر اول سے لے کر آج تک کے تیرہ چودہ سو برس کے بے شمار علماء فقہاء اولیاء و بزرگان دین جنہوں نے اپنے پیشرو اصحاب رسول اللہ کی پیروی کی ہے۔ اور اصحاب نے خود رسول اللہ کی پیروی کی۔ کبھی بے راہ نہیں ہو سکتے۔ وہ قطعاً کامیاب تھے۔ اور راہ ہدایت کے ذخائر ہم آنے والوں کے لئے چھوڑ گئے ہیں جس کو بے شمار مقبولین بارگاہ ایزدی نے پرکھ پرکھ کر اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے منشاء کے عین مطابق پا کر اور اسی پر ایمان لا کر واصل باللہ ہو گئے۔ اگر وہ سب کے سب واقعی حق پر تھے۔ تو کیا ان کے نقش قدم کو چھوڑ کر نیا راستہ باطل کا نہ ہوگا۔؟ اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ط (یا اللہ ہمیں سیدھا راستہ دے۔ راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا ہے۔) ؎

ضیاع عمر سے باطل سے گمرہی سے نجات
ہے نقش پائے غلامان احمد عربی

Marfat.com

موجودہ دورِ ابتلاء

عہدِ انگلشیہ میں جو کہ درحقیقت انگریزی تہذیب اور انگریزی تعلیم کی ترویج کا زمانہ تھا۔ جب کہ ہماری ملکی یونیورسٹیاں اور کالج انگریزوں کی سرپرستی میں مشرقی دماغوں کو مغربی سانچوں میں ڈھالنے کی کوششوں میں مصروف تھیں یعنی جب مشرقی اور مغربی تہذیب کا امتزاج ہؤا تو نتیجہ کے طور پر وقت کے اہم تقاضوں نے لوگوں کو نئی نئی راہیں دکھائیں۔ ایسے حالات میں کچھ لوگوں نے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے مدعی تھے۔ جب خود کو علمائے اسلام کے بیان کردہ معیارِ اسلام سے دور پایا۔ دوسری طرف مسلمانوں سے علیحدگی اختیار کرنا بھی دشوار سمجھا۔ اور پرانے عقائد کے مسلمانوں سے ملنا بھی عار سمجھا تو ان کے دلوں میں شریعتِ مقدسہ میں ترمیم کر کے اسے اپنی مرضی کے مطابق بنانے کا خیال پیدا ہؤا۔ چنانچہ ان میں سے جو زیادہ چلتا پرزہ تھے۔ اسے ایک قومی خدمت سمجھ کر مختلف رنگوں میں مصروفِ کار ہو گئے۔

ایک نے قادیان میں دعویٰ کیا۔ کہ نبوّت کا دروازہ بند نہیں ہے۔ لہٰذا میں امام الزمان ہوں، مہدی ہوں، عیسیٰ روح اللہ ہوں۔ تمام انبیائے کرام کا بروز (ظہور) ہوں۔ حالانکہ براز (گندگی) سے بھی بدتر تھے۔ مستقل صاحبِ شریعت نبی ہوں۔ لہٰذا شریعت وہی ہے جس کو میں شریعت بناؤں — دیکھو انگریز ظل اللہ (اللہ کا سایہ) ہے جہاد حرام ہے۔ انگریزی قانون عین انصاف اور مطابق شریعت ہے۔ مولوی جو مجھے نہیں مانتا یہودی ہے۔ ملعون ہے۔ ذُرِّیَّةُ الْبَغَایَا (رنڈیوں کی اولاد) ہے۔ چنانچہ بہت سے لوگ اس کے ساتھ ہو گئے۔

Marfat.com

لیکن جب علمائے کرام کی جدوجہد سے یہ حربہ پوری طرح کارگر نہ ہوا تو پنجاب کے ایک مقام چکڑالہ میں ایک شخص عبد اللہ نامی اٹھا۔ اور کہنے لگا کہ بس قرآن میں جو کچھ ہے، وہی سب کچھ ہے۔ احادیث سب کے سب بیکار ہیں۔ فقہ شریف تو کسی شمار میں نہیں۔ قرآنِ کریم کی بھی تفسیر وہی ہے جو میں بتاؤں۔ حق میرے ساتھ ہے۔ مولوی گمراہ ہے۔ غلط کار ہے۔ بہت سے قسمت کے مارے اس کے ساتھ بھی ہو گئے۔

جب دین کے چوکیدار حضرات علمائے کرام کے ہوتے ہوئے ان کی بھی کچھ زیادہ دال نہ گلی۔ تو جناب مسٹر غلام احمد پرویز صاحب قرآنی نظام کا خوش رنگ دعویٰ لے کر رنگین بیانی اور فلسفیانہ ساحری کے ساتھ قلعہ "طلوعِ اسلام" پر سے قدیم شریعتِ مقدسہ کے خلاف مصروفِ پیکار ہوئے مرکزی نقطۂ عناد آپ کا احادیث رسول اللہ ہیں۔ انتہائے جدوجہد آپ کا یہ ہے۔ کہ لوگ حضورؐ کے ارشادات اور قول و فعل سے اعراض کر جائیں۔ اور جب حدیث کو چھوڑ گئے تو پھر تمام اجزائے شریعت خود بخود منتشر ہو کر رہ جائیں گے۔ اور قرآن کے نام سے پرویزی دین رائج ہو جائے گا۔ چنانچہ فرمایا :-

(۱) ہمارے نظامِ شریعت کے دعویدار وہی ہیں۔ جو اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ فقہ اور روایات (احادیث) کے وہ جزئیات جو ہزار سال پیشتر کے زمانے کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر مرتب کی گئی تھیں ناقابلِ تغیر و تبدل ہیں۔ اس لئے وہ انہیں جزئیات کے مجموعہ کو شریعت بنا کر سامنے لے آئیں گے۔ جو آج کے حالات میں کبھی قابلِ عمل نہ ہو سکے گا۔ اور مسلمان اس سے ایسا بدکے گا۔ کہ دوبارہ اُس کی طرف رخ نہ کرے گا۔ سلیم کے نام ص۸۷

یہ ہے پرویزی ایمان کا آئینہ۔ ہمیشہ بے وقوف انسان دنیا کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے۔ مسلمانوں نے آج تک شریعتِ مقدسہ کو اپنے خون سے زیادہ عزیز سمجھا ہے۔ اور سمجھتے رہیں گے۔ اور بد قسمت ہر زمانے میں بدک گئے ہیں۔ آج

Marfat.com

بھی بدکیں گے اور بدکتے رہیں گے۔

(۲) اور فرمایا اگر احادیث دین کا جزو ہوتیں تو کیا رسول اللہ صلعم ان کی حفاظت کا کچھ انتظام نہ کرتے۔ مقام حدیث ج (۱) ص ۴۵

افسوس کیا دین کے لئے لکھوانا ہی شرط ہو۔ اگر انتظام لکھوانا ہی ہے۔ تو بہ شکل موجود تو قرآن پاک کو بھی رسول پاک نے اپنے زمانے میں نہیں لکھوایا تھا۔ حضورؐ کے عہد مبارک میں تو قرآن و حدیث دونوں حضورؐ ہی کی زبان مبارک سے سنے گئے تھے۔ ہاں اپنے طور پر بعض بعض نے اپنے اپنے سنے ہوئے کو اپنے ساتھ لکھا بھی تھا۔ پھر قرآن کو بعد میں لکھوایا پھیلایا گیا۔ جیسے احادیث لکھوائے پھیلائے گئے۔ اُس وقت تو دونوں سنے گئے اور علی حسب مراتب حضورؐ کی تشریح کے ساتھ قبول کئے گئے۔ عمل میں لائے گئے۔ اور زبانی پھیلائے گئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ الا فلیبلغ الشاھد الغائب۔ یعنی سننے والے حاضرین غائبین تک پہنچائیں۔ اور فرمایا۔ من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ یعنی جس کسی نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا وہ جہنم میں جگہ پکڑ لے۔ یہی امانت کے ساتھ حفظ و تبلیغ دین کی حفاظت کا ہر زمانے میں انتظام رہا ہے۔ قرآن کا بھی اور حدیث کا بھی۔)

(۳) اور فرمایا کہ اگر کسی طرح یہ ثابت بھی ہو جائے کہ فلاں روایت یقینی طور پر سچی ہے۔ تو بھی اس کا مفہوم یہ ہوگا۔ کہ زمانہ مبارک میں فلاں گوشہ پہ کس طرح عمل کیا گیا تھا۔ مقام حدیث ج ۱ ص ۶۶

(۴) اور فرمایا اگر ہمارے زمانے کا مرکز حکومت قرآنی سمجھے کہ اس عمل میں کسی ردو بدل کی ضرورت نہیں تو اسے علی حالہ رائج کر دے۔ اور اگر یہ سمجھے کہ ہمارے زمانہ کی اقتصادیات اس میں ردو بدل چاہتی ہیں۔ تو اس میں ردو بدل کر دے۔ یہ ہے احادیث کی دینی حیثیت مقام حدیث ج ۱ ص ۶۶-۶۷

(۵) اور فرمایا۔ اسلامی قرآنی حکومت ہر زمانے میں جانشین رسول اللہ ہے۔ اس کو ہر قسم تغیر و تبدل کا حق حاصل ہے۔ یہاں تک کہ اگر جانشین

Marfat.com

رسولؐ اللہ نماز کی کسی جزوی شکل میں جس کا تعین قرآن نے نہیں کیا۔ اپنے زمانے کے کسی تقاضے کے مطابق کچھ ردو بدل ناگریز سمجھے۔ تو وہ ایسا کرنے کی اصولاً مجاز ہوگی۔ ۱۲۔ قرآنی فیصلے صفحہ ۱۴-۱۵

حیرت ہے جب ردو بدل جائز ہُوا تو ردو بدل کے بعد دین پھر محمدی کیسے رہا۔؟

(۶) اور فرمایا۔ خدا و رسول سے مراد وہ مرکز ملت ہے۔ جو دنیا میں خدائی قوانین نافذ کرے۔ مقام حدیث ج ۱ صفحہ ۶۴

یہاں تو خدا و رسول دونوں کے بجائے مرکز ملت کو رکھ لیا۔ اور ایک جگہ رسولؐ کی اطاعت سے صاف انکار کیا ہے۔

(۷) فرمایا۔ اطاعت صرف خدا کی ہوسکتی ہے۔ انسان کی نہیں۔ حتیٰ کہ رسول بھی اپنی اطاعت کسی سے نہیں کرا سکتا۔ ۱۲ معارف القرآن ج ۴ صفحہ ۲۸۷

(۸) اور فرمایا کہ حضور نے یہ بتایا کہ انسان کا تعلق اس خدا کے ساتھ براہ راست ہے۔ اور خدا اور بندے کے درمیان اور تو اور خدا کا رسول بھی حائل نہیں ہوسکتا ۱۲ سلیم کے نام صفحہ ۸۹

حیرت ہے صاحب قرآن نے تو ببانگ دہل رسول کو فرمایا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ۔ (کہہ دیجئے لوگوں سے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (جس نے تابعداری رسول کی کی اُس نے تابعداری اللہ کی کی۔) وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (ہم نے نہیں بھیجا کسی رسول کو مگر اطاعت ہی کے لئے۔) لیکن پرویز صاحب ہیں۔ کہ قرآن کی پیروی کا دعویٰ لئے ہوئے قرآن کو نہیں مانتے۔

(۹) اور فرمایا۔ اگر مسلمان مزید ذلت و خواری سے بچنا چاہے تو اسے بہر حال مذہب چھوڑنا ہی ہوگا۔ ۱۲ طلوعِ اسلام فروری ۱۹۵۲ء صفحہ ۴۹

جب شریعت کی بنیاد حدیث رسول اللہ اور مذہب کی تنقیص پر رکھ دی گئی تو پھر شاخ تراشی کی کیا شکایت کی جائے۔ جیسا کہ فرمایا :-

(۱۰) جب سے قرآنی نظام نہیں رہا تو صلوٰۃ ایک رسم بن کر رہ گئی۔ ظاہر ہے کہ اس صلوٰۃ کی رسم کا کوئی نتیجہ سامنے نہیں آتا۔ قرآنی فیصلے صفحہ ۲۵

Marfat.com

(۱۱) اور فرمایا۔ حج ہی اپنا مقصد چھوڑ کر محض یاترا بن کر رہ گیا ہے۔

(۱۲) اور فرمایا۔ دین اس ضابطے کا نام ہے جسے قرآن نے متعین کیا اور مذہب ان عقائد و رسوم کا نام ہے جو ہم میں مروج ہیں۔ ۱۲ اسلامی نظام صد ۲۶

(۱۳) اور فرمایا۔ زکوٰۃ اس ٹیکس کے علاوہ کچھ نہیں جو اسلامی حکومت مسلمانوں پر عائد کرے۔ اس ٹیکس کی کوئی شرح متعین نہیں کی گئی۔ اس لئے کہ شرح ٹیکس کا انحصار ضروریات ملی پر ہے حتیٰ کہ ہنگامی صورتوں میں حکومت وہ سب کچھ وصول کر سکتی ہے۔ جو کسی کی ضرورت سے زائد ہو۔ ۱۲ قرآنی فیصلے صد ۲۵

مطلب یہ کہ زکوٰۃ اور اس کے مصارف کی وہ تمام شرعی تشریحات سب بیکار ہو گئیں۔

(۱۴) اور فرمایا جب تک دین کی باگ ڈور مولوی کے ہاتھ میں ہے۔ صدقات نکلتے رہیں گے۔ زکوٰۃ دی جائے گی۔ قربانیاں ہوتی رہیں گی۔ لوگ حج بھی کرتے رہیں گے۔ اور قوم بدستور بے گھر بے در بھوکی ننگی اسلام کے ماتھے پر کلنک کے ٹیکے کا موجب بنی رہے گی۔ قرآنی فیصلے صد ۱۰۳

(۱۵) صدقات خیرات اور قربانی سے انکار۔ قرآنی فیصلے صد ۵۷

(۱۶) احادیث، فقہ، تصوف غرض تمام علوم منقولہ کی کروڑوں کتابوں بھری الماریوں سے یکسر انکار۔ ۱۲ قرآنی فیصلے صد ۶۹

(۱۷) فرمایا۔ رسول اللہ کو قرآن کے سوا کوئی معجزہ نہیں دیا گیا۔ ۱۲ قرآنی فیصلے صد ۲۰۳

(۱۸) عذاب قبر سے انکار ۱۲ قرآنی فیصلے صد ۳۱۳

(۱۹) ملائکہ سے انکار ۱۲ معارف القرآن۔

(۲۰) آخرت مستقبل کا نام ہے۔ سامانِ آخرت سے مقصود وہ متاع ہے جسے انسان آنے والی نسلوں کے لئے جمع کرتا ہے۔ ۱۲ اسباب زوال امت صد ۲۹

وغیرہ وغیرہ یہ ہے مشتے نمونہ از خروارے۔ پھر بھی انگریزی روشنی والوں میں بہت سے حضرات نے بوجہ ناواقفی کے ان کو بھی قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دے۔

Marfat.com

دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس عجیب یورش کو دیکھ کر دردمند اہل اسلام اس وقت کتنے خوش ہوئے ہوں گے، جب دیکھا ہوگا کہ جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے دینِ حقّہ کی حمایت میں آواز اٹھائی ہے۔ اور قلمی جہاد کرنے کا تہیہ کر کے اعلیٰ مضمون نگاری واجب الاذعان، دقیقہ شناسی اور جدوجہد کے ہر قسم کے ہتھیار سے آراستہ ہو کر مجسم ترجمان القرآن بن کر حیدر آباد دکن سے جلوہ فرما ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں نے خوش ہو کر رنگ برنگ کی امیدیں باندھ لیں کہ اب حقیقی اسلام بروئے کار آنے کو ہے۔ لیکن کچھ مدت کے بعد حسرت و یاس کی بھی انتہا نہ رہی ہوگی جب دیکھا ہوگا۔ کہ حضرت نے بھی انگریزی علوم جدیدہ اور نئی تہذیب و تمدّن کے غلبہ کے اثر میں تمام علوم شرعیہ اسلامیہ کیا تفاسیر کیا احادیث کیا فقہ کیا تصوف، غرض تمام نقش کہن کو زمانۂ حال کے لئے ناقابل عمل اور مستحق ترمیم خیال کر کے نہایت ہوشیاری سے عجیب رنگین بیانی اور علمی زر نگاری کے رنگ میں نگاہوں کو خیرہ کرنے والی آرائش و تنظیم کے پردے میں اجتہاد کے نام سے ایک نئے قسم کے اصول و فروع اور نئی شریعت پیدا کرنے کی آواز اٹھائی۔ درحقیقت میرا جہاں تک خیال ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ کہ لفظ اجتہاد کی شرعی حقیقت سمجھنے میں آپ سے غلطی ہوئی ہے۔ یہاں سے جناب کے سوچ بچار اور فکر و اجتہاد کا کانٹا بدل گیا ہے۔ حالانکہ شریعت کے محاورہ میں لفظ اجتہاد اللہ تعالےٰ کے احکام منزلہ کو قرآن و حدیث کے نصوص میں سے ڈھونڈنے اور اس طلب میں انتہائی جدوجہد کو صرف کرنے کا نام تھا۔ فقہائے کرام نے یہی کیا تھا۔ اپنی رائے سے تخلیق احکام جس کی جناب کو اپنی نسبت اور اسی طرح سے فقہائے مجتہدین کی نسبت غلط فہمی ہوئی ہے۔ اجتہاد کے ایک من گھڑت اور تخلیقی معنے ہیں۔ چونکہ فقہ شریف تفسیر اور حدیث سے اخذ شدہ مغز اور لب لباب ہے۔ لھٰذا اب فقہ شریف میں مودودی صاحب کے اجتہاداتِ باطلہ کے چند نمونے پیش خدمت کئے جاتے ہیں۔ پھر تفسیر اور حدیث کے متعلق جناب کے علمی خرافات عرض کئے جائیں گے۔ ۱۲

۱۲۰۸۳

Marfat.com

فقہ شریف میں مودودی صاحب کی ترمیمات

اور
اجتہادات باطلہ کے چند نمونے

حضرت کا یہ خیال ہے کہ علماء کا فرض ہے کہ اللہ و رسول کے منشاء اور روح اسلام کے مطابق موزوں اور مناسب احکام سوچیں اور مرتب کر کے شریعت کے نام سے لوگوں میں نافذ کیا کریں۔ جو زمانہ کے موافق ہوں اور یہی وہ اجتہاد ہے۔ جو مجتہدین سلف نے کیا تھا۔ اور ہر زمانے میں جن علماء کو اللہ تعالیٰ نے یہ استعداد دی ہو کہ احکام سوچ کر بنا سکتے ہوں۔ ان کو ایسا کرنا چاہیئے۔ یعنی جیسی قانون سازی ہے۔ رنگ برنگ کی تجویزیں پیش کی جاتی ہیں —— اور بحث و تمحیص کے بعد پاس ہو کر قانونی شکل لے لیتی ہیں۔ اسی طرح ترمیم و ترقیع تغیر و تبدل ترقی و تنزل بلحاظ زمانہ شریعت میں بھی اہل علم پر واجب ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر ظاہر ہے۔ کہ پانسو برس یا ہزار برس پچھلے زمانہ کے مناسب بنائے ہوئے احکام زمانۂ حال میں کیسے کام آ سکتے ہیں۔ بالخصوص آج کل کے نئی روشنی والے جدید زمانے کے لوگوں کو اُن گذشتہ زائد المیعاد انسانی احکام کی پابندی کیسے اور کیونکر کرائی جا سکتی ہے۔ اگر وہ انسان تھے اور اپنے زمانے کے مناسب احکام بنا سکتے تھے۔ تو آج بھی انسان ہیں۔ اپنے ترقی یافتہ زمانے کے لئے بوجہ احسن نئے تجربات کے مطابق زیادہ ترقی یافتہ اجتہادات کر سکتے ہیں۔ چونکہ مودودی صاحب اپنے آپ میں یہ احکام سازی کی استعداد پوری طرح محسوس کرتے تھے۔ لہٰذا اجتہاد جدید کا دعویٰ کیا۔ اور احکام بنانے لگے۔

Marfat.com

لیکن حیف شرعی اجتہاد کی اصل حقیقت یہ نہیں تھی حضرت کو ٹھوکر یہاں سے لگی اور صراطِ مستقیم سے بھٹک گئے۔ پھر "تا ثریا میرود دیوار کج" کے مصداق ہو گئے۔

اتنا غور نہ فرمایا کہ شرعی احکام کے بنانے کا دعویٰ تو نعوذ باللہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرکت کا دعویٰ ہے۔ فقہائے مجتہدین نے جو کچھ کیا ہے۔ شریعت منزل ہی کی خدمت کی ہے۔ یا حضرت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارات کی تشریح و توضیح قواعد زبان کے مطابق کی ہے۔ یا شارع ع م کے الفاظ کے جو مخفی پوشیدہ معنے تھے جس کے سمجھنے کے لئے خاص قسم کی علمی استعداد اور نور باطن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جو عادتاً ہر کسی کی سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں۔ اس قسم کے مخفی احکام کو ظاہر عام فہم الفاظ میں منتقل کر دیا تاکہ ہر کسی مکلف کے لئے عمل میں آسانی ہو۔ یہی استنباط ہے۔ اور یا قرآنِ کریم اور حضورؐ کی تیئس سالہ زندگی میں جو احکام جا بجا منتشر تھے۔ ان کو یکجا کر کے سرخیاں قائم کر کے باب باب کر کے فصل فصل کی صورت میں ترتیب دے دی تاکہ ڈھونڈنے میں آسانی ہو۔ یہی کام تھا جو ہر زمانے میں بڑھ چڑھ کر ہوا ہے۔ آج بھی علمائے حق کی زبان و قلم سے ہو رہا ہے۔ نئے حوادث کے لئے احکام بھی یہاں سے لینا چاہئے وہیں سے سلف امت کے طور طریقے سے اب بھی لئے جاتے ہیں۔ جو کتاب و سنت کے مطابق ہوتے ہیں۔ اور اس طرح تا قیام قیامت لئے جاتے رہیں گے۔

یہی کام ہے جو بدائع والصنائع اور ہدایہ اور کنز الدقائق والوں نے کیا ہے۔ جن سے آپ سخت ناراض ہیں جن کو آج قابل قبول نہیں مانتے جن کی اطاعت کو رجعت پسندی جانتے ہیں۔ غور کا مقام ہے۔ کہ اگر یہ عمل خدمت دین اور حق ہے۔ تو اطاعت تو ہر زمانے میں حق ہی کی ہونی چاہئے۔ حق زمانے کا تابع نہ ہو گا۔

برحق ہے جو حضرت حق نے ارشاد فرمایا ہے: وَاِذْ لَمْ یَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِیْمٌ (اور جب اس قرآن سے ہدایت نہ پا سکے

Marfat.com

تو کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے)

رہی غیر اللہ کی شریعت اور احکام سازی اس کو تمام سلف امت نے بالاتفاق جرم عظیم تسلیم کیا ہے۔ اور سب نے اسے بالاتفاق بحکم کتاب و سنت حضرت حق جل شانہ کا حق مخصوص مان لیا ہے۔ اور اس پر سب کا ایمان ہے۔ اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط (خبردار پیدائش اور حکم اسی کی ہے) اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (نہیں ہے حکم مگر اللہ جل شانہ کا) بندے کا کام وضع احکام نہیں بلکہ صرف تعمیل احکام ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بحکم وَمَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ (اور جو تمہیں رسول دے تو وہ لو۔) باذن اللہ شارع بنے ہیں۔ اور حضور کے سوا کسی بندے کا دعوئے تشریع احکام یعنی احکام سازی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دعوئے شرکت ہے۔ اَمْ لَھُمْ شُرَکَاءُ شَرَعُوْا لَھُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَالَمْ یَاْذَنْ بِہِ اللّٰہُ (کیا ان لوگوں کے لئے سوا خدا کے اور بھی ایسے شریک ہیں جنہوں نے بغیر اذن الٰہی کے ان کے لئے دین اور شریعت کے راستے بنا لئے۔) نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ اسی ایک غلطی کی بنا پر جناب نے اپنی تصنیفات میں جا بجا فقہ حنفی کی نہایت معتبر کتابوں کی پیروی کرنے پر سخت نکیر فرمائی ہے۔ چنانچہ اپنی کتاب "تنقیحات" میں ایک مقام پر فرمایا ہے:

> اسلام میں ایک نشاۃ جدیدہ کی ضرورت ہے۔ پرانے اسلامی مفکرین و محققین کا سرمایہ اب کام نہیں دے سکتا۔ دنیا اب بہت آگے بڑھ چکی ہے۔ اس کو اب اُلٹے پاؤں اُن منازل کی طرف واپس لے جانا ممکن نہیں ہے، جن سے وہ چھ سو برس پہلے گذر چکی ہے۔ ۱۲ تنقیحات صہ ۱۹ مطبوعہ ۷ رجون ۱۹۳۹ء۔

ترکی قوم کے انحطاط و عروج کی داستان کے ضمن میں عثمانی ترکوں کے دور حکومت کو (جس کے آثار صالحہ باقیہ میں رد المحتار شامی اور بحر الرائق وغیرہ جیسے ضخیم ضخیم اسفار آج کی اس اندھی اندھیری دنیا کے لئے مشعل راہ ہدایت ہیں) تاریکی کا دور فرما کر سلطان عبد الحمید خان کو (جن کو شرقاً غرباً علمائے ملت اسلامیہ نے سلطان العلوم تسلیم کیا تھا۔ جو مذہب حنفی کے سختی سے پابند اور حامی و ناصر تھے)

Marfat.com

خود غرض سلطان اور اپنے شخصی اقتدار کی خاطر قوم کی ترقی کو روکنے والا فرمایا۔ اس زمانے کے علمائے شریعت کی تنقیص میں یوں ارشاد فرماتے ہیں :

"ایک طرف ترکی قوم میں اتنے بڑے انقلاب کی ابتداء ہو رہی تھی۔ دوسری طرف ترکوں کے علماء اور مشائخ تھے۔ جو اب بھی ساتویں صدی کی فضا سے نکلنے پر آمادہ نہ تھے۔ وہ اب بھی کہہ رہے تھے۔ کہ چوتھی صدی کے بعد اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ وہ ابھی تک فلسفہ وکلام کی وہی کتابیں پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھے۔ جن کو پھینک کر زمانہ پانچ سو برس آگے نکل چکا تھا۔ وہ اب بھی اپنے وعظوں میں قرآن کی وہی تفسیریں اور وہی ضعیف حدیثیں سنا رہے تھے۔ جن کو سن کر آج کل کے دماغ صرف ان مفسرین اور محدثین ہی سے نہیں۔ بلکہ خود قرآن وحدیث سے بھی منحرف ہو جاتے ہیں۔ وہ اب بھی اصرار کر رہے تھے۔ کہ ترکی قوم میں وہی فقہی قوانین نافذ کئے جائیں گے۔ جو شامی اور کنز الدقائق میں لکھے ہوئے ہیں۔

لکھتے لکھتے فرماتے ہیں :

پرانے مذہبی خیال کے لوگ نوجوان ترکوں پر کفر وفسق کا فتویٰ لگا رہے ہیں۔ مگر ان کو خبر نہیں کہ زیادہ گنہگار تو ٹرکی کے علماء اور مشائخ ہیں۔ انہی کے جمود نے ایک مجاہد قوم کو اسلامیت سے فرنگیت کی طرف دھکیلا ہے۔ تنقیحات صفحہ ۸۳، ۸۴، ۸۵ مطبوعہ ۷ رجون ۱۹۳۹ء

کیا جناب کا مندرجہ بالا مضمون یہ غمازی نہیں کر رہا ہے۔ کہ جناب اسی ترکی قوم کے ڈرامے کو اب پاکستان کے اسٹیج پر بھی دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔؟

تفہیمات حصہ دوم میں آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ سپیکر) کو نماز میں استعمال کرنے کے عدم جواز کا فتویٰ جو علماء نے دیا ہے۔ اس کی شکایت کرتے ہوئے ایک نوجوان سائل نے جناب مودودی صاحب سے استفسار کرتے ہوئے

Marfat.com

کہا ہے. کہ ایسا معلوم ہوتا ہے. کہ ہمارے پیشوایان دین ہندوستان کے مسلمان نوجوانوں کو بھی اسی بغاوت پر مجبور کرنا چاہتے ہیں جس پر اتاترک اور رضا شاہ مجبور ہو گئے. جناب نے سائل کو مفصل جواب دیتے ہوئے فرمایا :-

میں اس بات کا بھی سخت مخالف ہوں. کہ علمائے کرام وقت کے رجحانات سے منہ موڑ کر بیٹھ جائیں اور اس امر کو بالکل بھول جائیں کہ وہ ہدایہ اور بدائع کے زمانۂ تصنیف میں نہیں. بلکہ نت نئی سائنٹفک ایجادات اور تیز رفتار تمدنی انقلابات کے دور میں رہتے ہیں. اس دور میں روز بروز نئے مسائل کا پیدا ہونا لابد ہے. اور ان مسائل کو ہدایہ[ل] اور بدائع کی روشنی میں حل کرنے کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں جس کا خطرہ نوجوان سائل نے اپنے استفسار میں ظاہر کیا ہے. ہماری نئی نسلیں شدت کے ساتھ اپنے زمانے کے حالات سے متاثر ہو رہی ہیں. اور کسی طرح ممکن نہیں کہ زمانہ اپنی طبعی رفتار سے جو حالات اور مسائل پیدا کر دے ان سے وہ قوم یکسر بے تعلق ہو کر رہے. جو کروڑوں کی تعداد میں دنیا کے ہر حصہ میں پھیلی ہوئی ہے چھٹی صدی ہجری کی منطق اب کام نہیں دے سکتی. اور اگر یہ لوگ جدید تمدنی زندگی میں اسلام کی شاہراہ پر آگے بڑھنا چاہیں تو ان کی رہنمائی کے لئے علماء اسلام میں وسعت نظر اور روح اجتہاد کی ضرورت ہے. قدم قدم پر عالمگیری اور تاتارخانی کو لا کر سد راہ بنانے کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا. کہ نئے زمانے کے مسلمان قرآن و حدیث کو بھی پیچھے چھوڑ کر جدھر منہ اٹھے گا چل نکلیں گے جس طرح ترک اور ایرانی چل نکلے. ۱۲ صفحہ ۳۸

یہی ذہنیت جناب پرویز صاحب کی بھی ہے. ملاحظہ ہو صفحہ ۱۶ پر فرمودہ :-

"معلوم ہوتا ہے. کہ جناب مودودی اور پرویز دونوں کا حق سے کوئی سروکار نہیں، صرف اسلام کے نام سے کوئی راہ چاہتے ہیں جس کو لوگ قبول کر سکیں"

[ل] ہدایہ اور بدائع الصنائع شریعت اسلامیہ کی دو بڑی زبردست بنیادی کتابیں ہیں. جن کو تمام امت کتاب و سنت کا لب لباب مان چکی ہے. ۱۲

Marfat.com

جواب تو اس کا علامہ اقبال پہلے ہی دے چکے ہیں ؎

این بندگی خدائی این بندگی گدائی
یا بندۂ خدا باش یا بندہ زمانہ

کتاب حقوق الزوجین جس میں حضرت نے بڑی شد و مد سے موجودہ علمائے کرام رحمہم اللہ کو شریعت مطہرہ کی کتابوں میں تغیر و تبدل کرنے اور زمانہ کے مطابق اجتہاد کرنے کی دعوت دی ہے۔ صـ۲۷ پر یہاں تک فرمایا :-

کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ دینی پیشواؤں سے جواب طلبی فرمائے گا۔ (کہ تم نے قرآن کے موافقہ کے احکام کی تعمیل پر لوگوں کو کیوں مجبور کیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ تنگ آکر سرے سے دین چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور تم نے ان کے واسطے احکام دین میں تغیر و تبدل کر کے ان کو آسان کیوں نہ بنایا) تو امید نہیں کہ کسی عالم دین کو کنز الدقائق اور ہدایہ اور عالمگیری کے مصنفین کے دامنوں میں پناہ مل سکے گی۔ البتہ جہلا کو یہ جوابدہی کرنے کا موقع ضرور مل سکے گا۔ کہ رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ط رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ط ترجمہ :- یا اللہ ہم نے تابعداری کی اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی۔ تو گمراہ کیا انہوں نے ہم کو صحیح راستے سے۔ اے ہمارے رب! انہیں دو چند عذاب دے۔ اور ان پر بڑی لعنت نازل فرما۔ ۱۲ (ترجمان القرآن بابت جون جولائی اگست سنہ ۴۱ء)

ہدایہ وغیرہ یہی تو وہ کتابیں تھیں جن کو امت کے تمام اولیاء علماء اور بزرگان سلف نے قرآن و حدیث کا لب لباب عین حق صریح اور شریعت اسلامیہ تسلیم کیا ہے۔ اور ان کے مفتی بہ احکام کو احکام الٰہیہ یقین کر لیا ہے۔ اور اسی یقین کی برکات سے آج وہ کامیاب اور سعادت مند ہو کر اللہ جل شانہ کی رضا میں جا ملے ہیں۔ کسی شقی کے سوا کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت معین الدین اجمیری اور حضرت قطب الدین بختیار اوشی اور حضرت داتا گنج بخش اور حضرت مجدد الف ثانی اور اسی طرح حضرت

Marfat.com

شیخ رحمکار وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ وقدس اسرارہم جیسے ہزاروں اولیائے کاملین کنز و ہدایہ کی پیروی کر کے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ گمراہ ہو گذرے ہیں۔ اور ایک زمانہ ساز دنیا پرست نے آج راہِ حق پالی۔ اَللّٰھُمَّ اِلَیْکَ الْمُشْتَکیٰ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ یا مُسْتَعَانُ!

اگر جناب کا یہ کہنا بجا ہے۔ کہ قرآن کے سوا انسانوں کی لکھی ہوئی کتابیں نجاتِ آخرت کے لئے کافی نہیں ہیں۔ صرف قرآن کافی ہے۔ تو پھر جناب نے خود یہ جرم کیوں کیا۔ صرف قرآن کافی تھا۔ کتنی کتابیں ہیں جو جناب نے لکھ ماری ہیں۔ جن کو معیارِ صلاح تبار ہے ہیں۔ اور انہی کی بنیادوں پر امتِ محمدیہ کو جماعت اسلامی اور غیر اسلامی دو گروہوں میں بانٹ کر مسلمانوں کی تفریق کی وہ منحوس ڈیوٹی پوری کی جو کسی نے نہ کی تھی۔ پھر بھی کہنے کے لئے امت سازی کی تہمت اوروں کے سر تھوپ رہے ہیں۔ کیا اگر وہ انسانوں کی لکھی ہوئی کتابیں تھیں۔ تو خود جناب والا انسانیت سے کچھ بالاتر ہستی ہونے کے زعم میں تو نہیں ہیں۔

حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالےٰ سے تجاوز کر کے اجتہاد کے گھمنڈ میں کچھ زیادہ دلیر ہو کر سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانۂ خیر القرون کی نسبت بھی شجاعانہ انداز میں فرمایا:—

> جو حالات عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ میں عرب اور دنیائے اسلام کے تھے۔ لازم نہیں کہ بعینہٖ وہی حالات ہر زمانے اور ہر ملک کے ہوں لہٰذا احکامِ اسلامی پر عمل کرنے کی جو صورتیں ان حالات میں اختیار کی گئی تھیں ان کو ہو بہو تمام زمانوں اور تمام حالات میں قائم رکھنا اور مصالح و حکم کے لحاظ سے ان کے جزئیات میں کسی قسم کا رد و بدل نہ کرنا ایک طرح کی رسم پرستی ہے۔ جس کو روحِ اسلامی سے کوئی واسطہ نہیں ۱۲ تفہیمات حصہ دوم ص۳۲۶

حیرت ہے۔ کیا حالات احکام کے تابع ہوا کرتے ہیں یا احکام حالات کے، اور احکام بھی آہنیہ جو ربّ العٰلمین غنی پروردگار کے ہوں۔ اور پھر زمانے کے ساتھ مطابقت کی خاطر احکام اسلامیہ خداوندیہ میں رد و بدل کرنا بندگی ہوئی یا خدائی،

Marfat.com

زمانہ پرستی ہوئی یا خدا پرستی ؟

حضور کے خاتم الانبیاء ہونے کے معنے سوا اس کے اور کیا ہیں۔ کہ آپ تاقیام قیامت مطاع رہیں گے۔ آپ کے احکام آپ کا دین ہر ایک حالت میں ہر ایک مصلحت کے ساتھ تاقیام قیامت دین رہے گا۔ احکام رہیں گے۔ ہر ایک زمانے میں ہر ایک قسم کے حالات کے یہی احکام بالکل عین مناسب ہیں۔ حالات میں ردو بدل ان کے مطابق ہُوا کرے گا۔ گردنیں ان کے سامنے جھکیں گی۔ یا جھکائی جائیں گی۔

کیا جب مودودی صاحب حالات زمانہ کے مطابق احکام میں ردّ و بدل کریں گے یا اپنی طرف سے اجتہاد کے نام پر اپنی خداداد بصیرت سے نئے احکام وضع فرمائیں گے۔ تو کیا اُن بدلے ہوئے یا نئے احکام کو شرع محمدی سمجھا جائے گا۔ یا وہ شرع مودودی ہوگی۔

اور اگر زمانہ کے مطابق چلنا تھا۔ تو رسول پاک نے یہ لڑائیاں پھر کیوں لڑیں؟ زمانہ کے مطابق چلتے۔ وہاں تو ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِيْنَ ٥ ترجمہ :- اگر آپ نے لوگوں کی خواہشات کی پیروی کی علم آجانے کے بعد تو آپ ظالموں میں سے ہوں گے۔

کیا جناب والا کو شریعت کے نام سے اپنے وضعی احکام کا مخلوق خدا سے منوانے میں کوئی خوف خدا یا شرم لاحق نہ ہُوا ؟ کیا اللہ تعالیٰ کی پاک شریعت میں یہ تغیر و تبدل، یہ توڑ پھوڑ کوئی جرم یا کوئی خیانت معلوم نہ ہوئی ؟ کسی کے گھر بلا اذن داخل ہونے کو قرآن پاک نے منع فرمایا ہے۔ پھر شریعت الٰہیہ خداوندیہ میں بلا اذن مالک جل شانہ یہ توڑ پھوڑ گناہ نہیں۔ اُف، حسرت، اللہ پاک بڑا حلیم ہے۔

اور فرمایا :-

> میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں۔ اور نہ حنفیت یا شافعیت ہی کا پابند ہوں۔ لیکن کوئی وجہ نہیں۔ کہ جماعت اسلامی میں جو لوگ شریک ہوں ان کا فقہی مسلک لازماً میرے فقہی مسلک کے مطابق یا اس کے تابع ہو۔ رسائل مسائل ص۲۳۵ جلد اوّل طبع دوم۔

Marfat.com

اُمتِ محمدیہ کے اہل حق اب تو باجماع امت یہی ہیں جو چار مذاہب حقہ کی تقلید کرتے ہوئے اہل السنت والجماعت کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ اے کاش اگر حضرت اپنے مسلک کو اپنے ساتھ مخصوص رکھتے۔ لیکن یہاں تو روز اول سے جماعت اسلامی کی بنیاد اس غرض سے ڈالی گئی ہے۔ کہ یہ اپنے نئے امام کے مخصوص اجتہادات کے نفاذ وتنفیذ کے لئے مجتہدوں اور مجاہدوں کی اپنے رنگ میں ایک الگ امت ہوگی۔ جیسا کتاب "حقوق الزوجین" سے واضح ہے۔ فرماتے ہیں کہ :-

قدیم فقہی کتابوں میں جتنے احکام بیان کئے گئے ہیں ان میں زیادہ تر عام انسانی حالات کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ان احکام کو لفظ بلفظ لے کر ہر جگہ ہر معاملہ پر بے تکلف جاری کر دینا اصلاً غلط ہے۔ ان کی صحیح تنفیذ موقوف ہے۔ اس پر کہ اولاً جس اسلامی جماعت میں ان کو نافذ کیا جا رہا ہے۔ اس کی اخلاقی، تمدنی، معاشرتی اور معاشی حالات کو پیش نظر رکھا جائے، یہ بھی دیکھا جائے کہ ان کے اجتماعی عادات وخصائل اور رسم ورواج کس قسم کے ہیں الخ صـ ۶۹

واقعی جب حضرت کا یہ عقیدہ جم گیا ہے۔ کہ پچھلی کتابیں بھی انسانوں کی اپنی بنائی ہوئی تھیں۔ اور یہ بناوٹ نہ کوئی خیانت ہے۔ نہ کوئی جرم تو اب حضرت بھی ضرور اپنی طرف سے بنانے کی ہوس رکھتے ہی ہوں گے۔ اور اپنی جماعت اسلامی پر ان بنائے ہوئے احکام کا تجربہ فرماتے ہوں گے۔

لیکن پچھلی کتابیں تو حاشا وکلاّ قطعاً بلکہ ان میں ایک مسئلہ ایک شوشہ بھی کسی کے دماغ کا تراشا ہوا خانہ ساز نہیں ہے۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ عزوجل اور اس کے رسولِ پاک کے اقوال کے نہایت احتیاط کے ساتھ تشریحات ہیں، ہمارے فقہاء شرعِ خداوندی میں ایک لفظ اپنی طرف سے بڑھانے کو تشریع بغیر اذن اللہ اور شرک سمجھتے تھے ــــــ اور فرمایا :-

"میرے نزدیک صاحب علم آدمی کے لئے تقلید ناجائز اور گناہ

Marfat.com

بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز ہے۔ ۱۲ رسائل مسائل جلد اول ص۲۴۴

شدید تر چیز کی تفسیر خود ہی واضح ہے۔ زنا، چوری، قتل، تمام منہیات تو گناہ ہیں۔ خواہ صغیرہ یا کبیرہ۔ تو بزرگوں کی پیروی اور تقلید جب ان سب سے شدید تر کوئی چیز ہوئی تو وہ کفر و شرک کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور اگر تقلید اور پیروی شرک ہی ہے۔ تو پھر حضرت اپنی تصانیف کو پھیلا کر عملی طور سے اپنی جماعت کے پیشوا بن کر ان سے اپنی تقلید کیوں کرا رہے ہیں۔

غالباً مودودی صاحب اس کا جواب یہ دے سکتے ہیں۔ کہ میں نے صاحب علم کے لئے تقلید کو بدتر از گناہ کہا ہے۔ اور چونکہ بجز میرے اور کوئی صاحب علم نہ اندرون جماعت ہے۔ نہ بیرون جماعت، اس لئے ان کی رہنمائی کے لئے کتابوں کی تصنیف کی بھی ضرورت ہے۔ اور ایسے لوگوں کو تقلید کی بھی۔ لیکن یہ تو زمانۂ حال کے متعلق مودودیان کرام کے مجتہد العصر کا فتویٰ ہوا۔ ماضی کے متعلق کیا ارشاد ہے۔؟ کیا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی جو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جو امام ابو حنیفہؒ کے مقلد تھے۔ اور ہیچ قسم اور اولیائے کبار علماء فضلاء رحمہم اللہ تعالیٰ سب صاحب علم نہ تھے۔ جو انہیں تقلید کی حاجت پیش آئی۔ یا صاحب علم تھے۔ مگر اس کے باوجود تقلید کے مرتکب ہوئے جو گناہ سے بھی بدتر چیز ہے۔ بے شمار اہل علم و فضل ہیں۔ جنہوں نے اپنی یادگار میں بے شمار علمی و فنی کتابیں چھوڑ گئے ہیں۔ اور اس کے باوجود وہ ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کے مقلد تھے۔

حضرت شاہ صاحب کے متعلق جناب نے احیاء و تجدید دین کے ص۶۴ پر دلیل کا پابند اور تقلید سے آزاد لکھا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ :۔

"اسی وجہ سے وہ کہیں حنفی نظر آتے ہیں، کہیں شافعی، کہیں مالکی، کہیں حنبلی۔ انہوں نے ان لوگوں سے بھی اختلاف کیا ہے۔ جو ایک مذہب کی پیروی کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیتے ہیں۔ اور قسم کھا لیتے ہیں۔ کہ تمام مسائل اسی کا اتباع کریں گے۔"

Marfat.com

جناب کا یہ فرمانا یا تو دیدہ دانستہ غلط بیانی ہے۔ یا جناب نے شاہ صاحب کے علوم کا غور سے مطالعہ نہیں فرمایا یا اپنی آزادیٔ طبع کے اثر میں شاہ صاحب کو بھی اپنا جیسا سمجھ کر آپ کے علوم کی اصل حقیقت سے محجوب رہے۔

فقہ تو صحیح استدلالات کے صحیح نتائج کے مجموعے کا نام ہے۔ اور جب دلائل صحیح ہوں۔ اور نتائج صحیح ہوں تو پھر ان دونوں میں تغائر اور تخالف اور دوئی نظر آنا جس میں جناب خود مبتلا ہیں، علمی بھینگاپن کی علامت ہے حضرت شاہ صاحب تو باوجود ایک مسلّم محقق ہونے کے اور اجتہاد کی صحیح حقیقت سے واقف ہونے کے حضرت امام الائمہ فخر الامۃ امام اعظم ابوحنیفہ کے مقلد ہونے پر فخر فرما رہے ہیں۔

"الخَیرُ الکَثِیر" کے مقدمہ میں لکھا ہے۔ کہ کتب خانہ خدابخش عظیم آباد پٹنہ میں صحیح بخاری کا ایک نسخہ اب بھی موجود ہے۔ جو جناب شاہ صاحب کے درس میں استعمال ہوا ہے جس کے آخیر پر جناب کے شاگردِ رشید محمد ابن پیر محمد صاحب نے عربی میں لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے —— "تمام ہوا صحیح بخاری شریف چہارشنبہ کے دن شوال کی چھ تاریخ ۱۱۵۹ھ کو دہلی میں جمنا کے کنارے جامع مسجد فیروزی میں" آہ۔ اور اس پر حضرت شاہ صاحب نے اپنے ہاتھ سے عربی میں اجازت نامہ لکھا ہے۔ جس کے آخیر پر لکھتے ہیں۔ کَتَبَہٗ بِیَدِہٖ الفَقِیرُ اِلٰی رَحمَۃِ اللّٰہِ الوَدُودِ وَلِیُّ اللّٰہِ ابن عَبدِالرَّحِیم ابن وَجِیہِ الدِّین ابن معظم ابن منصور ابن احمد ابن محمود عفا اللہ عنہ وعنہم وَالحَقَہٗ وَاِیَّاھُم بِاَسلَافِھِمُ الصالحین العمری نسبًا الدِّھلوی وطنًا الاشعری عقیدۃً الصوفی طریقۃً الحنفی عملاً والحنفی وَالشَّافعی تدریسًا خادم التفسیر والحدیث والفقہ والعربیّۃ والکلام ولہٗ فی کلّ ذالک تصانیف والحمد للّٰہ اولاً وآخراً وظاھراً وباطنًا ذی الجلال والاکرام کَانَ ذالکَ یوم الثلاثاء لثالث وعشرین مِن شوال سنہ ۱۱۵۹ھ۔ پھر اس کے بعد لکھا ہے: لَا شَکَّ انّ ھٰذا التحریر بید والدی المحترم ——

کتبہ الفقیر محمد رفیع الدین۔۱۲

یعنی حضرت شاہ صاحب نے اپنا نام ونسب لکھ کر فرمایا ہے۔ کہ نسب

Marfat.com

کے لحاظ سے عمری ہیں۔ وطن کے لحاظ سے دہلوی ہیں۔ اشعری عقیدے کے ہیں۔ صوفی طریقت کے ہیں۔ (یہ ہے وہ تصوف جس سے مودودی صاحب سخت ناراض ہیں) اور اعمال شرعیہ میں حنفی ہیں۔ اور پڑھاتے فقہ حنفی اور شافعی دونوں ہیں۔ اور تمام علوم تفاسیر اور احادیث، اور فقہ عربیت اور علم کلام کی خدمت کر رہا ہے۔ (یہ ہیں شاہ صاحب جو حنفی ہونے اور صوفی ہونے پر آپ کو فخر ہے۔ اور ہمارے جناب والا ان کو اپنے جیسے تقلید سے بیزار اور ڈانواں ڈول سمجھ رہے ہیں۔

اسی طرح سے حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کو بھی ایک مسخ شدہ بھدے رنگ میں بیان کر کے احیاء و تجدید دین کے صہ۴۳ پر لکھتے ہیں کہ :۔

کہ تقلید جامد کی سخت مخالفت کی لوگوں کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے چشمۂ فیض کی طرف پھر سے توجہ دلائی۔ ۱۲

یہاں بھی اسی علمی بھینگے پن کو استعمال کیا گیا۔ حالانکہ فقہ کتاب وسنت کے سوا کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ اور حضرت حجۃ الاسلام خود پکے شافعی المذہب اور فقہ شافعی کو عین لب اور مغز کتاب وسنت سمجھتے ہوئے دنیا سے اٹھائے گئے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ وجمیع السلف الصالحین۔

جناب شاہ صاحب اور امام غزالیؒ باوجود مسلّم رفعت علمی کے بھی اپنے آپ کو ائمہ اسلام کی تقلید سے مستغنی نہیں سمجھتے ہیں۔ لیکن عربی میں مثال ہے۔ اَلْمَرْءُ یَقِیْسُ عَلٰی نَفْسِہٖ (بندہ اپنے اوپر قیاس کیا کرتا ہے) جناب مودودی صاحب نے کھلی حقیقت سے آنکھیں بند کر کے انہیں بھی اپنے جیسا سمجھا۔ اور واقعہ یہی ہے۔ کہ ائمہ ہدایت کی تقلید کو ہمیشہ سے اہل سعادت نے فخر تسلیم کیا ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب تقلید کے معنے یہی ہیں۔ "قلادہ درگردن انداختن" اور خود رسول پاک صلعم کو اللہ تعالیٰ نے انبیائے سابقین کے اقتداء اور پیروی کے لئے فرمایا ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ط (ان پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے۔ ان کی ہدایت کی پیروی کیا کیجئے) اسی طرح سے تمام ائمہ ہدایت کی تقلید اور پیروی راہ ہدایت ہی ہوگی۔ جب حضور کے بعد کوئی نبی نہیں

Marfat.com

ہے۔ تو سوا اس کے اور راہ ہی کیا ہے۔ کہ عوام علماء کی تقلید کریں اور علماء کرام ائمہ ہدایت کی تقلید کریں۔ ائمہ نے صحابہ کی تقلید کی ہے، صحابہ نے رسول پاک کی تقلید کی۔ اسی سلسلے سے ہم سب تاقیامت امت رسول اللہ جناب کئے جاتے ہوں گے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلّی اللہ علیہ وسلّم تَفْتَرِقُ اُمَّتِی عَلٰی ثَلٰثٍ وَّ سَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً۔ قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔ (میری امت کے تہتر فرقے بنیں گے۔ سب آگ میں ہیں سوا ایک کے۔ اصحاب نے عرض کیا۔ وہ ایک کونسی ملّت ہے؟ فرمایا وہ جس پر میں ہوں۔ اور میرے اصحاب ہیں۔)

آج ہمارے نئے مجتہد جناب مودودی صاحب جو پچھلی امّت کی تقلید کو گناہ بتا رہے ہیں۔ اور کنز و ہدایہ بلکہ تمام فقہا اور علماء سلف کی (جو بالاتفاق ملت ناجیہ ہیں) تقلید کو گناہ سمجھ رہے ہیں۔ بلکہ ان کی پیروی کو (جیسے حقوق الزوجین کے ص۲۷ سے واضح ہے۔) موجب لعنت خیال کرتے ہیں۔ کیا راہ سعادت سے محروم نہ ہوں گے اور ملّت ناجیہ سے سوا ہو کر آپ کی جماعت ملّت ناری نہ ہو گی ۱۲ فاعتبروا یا اولی الابصار والعیاذ باللہ۔

ایک سائل نے سینما کے لئے فلم بنانے کی شرعی اجازت طلب کی ہے۔

جواب میں فرمایا ہے :-

> میں اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ یہ خیال ظاہر کر چکا ہوں۔ کہ سینما بجائے خود جائز ہے۔ البتہ اس کا ناجائز استعمال اس کو ناجائز کر دیتا ہے۔ سینما کے پردے پر جو تصویر نظر آتی ہے۔ وہ دراصل تصویر نہیں۔ بلکہ پرچھائیں ہے۔ جس طرح آئینے میں نظر آیا کرتی ہے۔ اس لئے وہ حرام نہیں۔ رہا وہ عکس جو فلم کے اندر ہوتا ہے۔ تو وہ جب تک کاغذ یا کسی دوسری چیز پر چھاپ نہ لیا جائے۔ نہ اس پر تصویر کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور نہ وہ اس کاموں میں سے کسی کام کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جس سے باز نہ رہنے ہی کی خاطر شریعت میں تصویر کو حرام کیا گیا ہے۔

Marfat.com

ان وجوہ سے میرے نزدیک سینما بجائے خود مباح ہے۔

رسائل مسائل صد ۲۹۱ جلد دوم

جناب کا جواب مختلف حیثیتوں سے مخدوش نظر آتا ہے۔ پہلے تو سائل نے حکم شرعی کا مطالبہ کیا ہے۔ اور مجیب صاحب اپنا خیال ظاہر فرما رہے ہیں حالانکہ شریعت محمدیہ خیالات کا مجموعہ نہیں ہے۔ وہ تو وحی الٰہی کی عبارات اور اشارات ہیں۔ یا ان سے اخذ شدہ ٹھوس نتائج جو ٹھوس دلائل اور براہین پر مبنی ہوتے ہیں۔ جیسا ارشاد ربانی ہے۔ ثم جعلناك على شريعة من الامر فاتبعها ولا تتبع اهواء الذين لا يعلمون الآیہ۔ (پھر لگایا ہم نے آپ کو امر کی ایک شاہراہ پر پس اس کی تابعداری کیا کیجئے اور تابعداری نہ کریں بے علم لوگوں کی خواہشات کی۔)

پھر فرمایا کہ :-

سینما کے پردے کی تصویر دراصل سایہ ہے۔ وہ تصویر ہی نہیں۔ اور فلمی عکس کو جب تک کاغذ پر چھاپ نہ دیا جائے وہ بھی تصویر نہیں ہے۔

تعجب ہے۔ تصویر تو عربی لفظ ہے مصدر ہے۔ باب تفعیل کی مادہ اس کا صورۃ ہے۔ عربی لغت اور محاورات میں اس کا ڈھونڈ لگانا تھا۔ اور اس کے اطلاق کا تلاش کرنا تھا۔

صراح میں ہے۔ صورۃ بالضم پیکر۔ تصویر صورت کردن و آفریدن۔ یعنی کسی چیز کی شکل بنانا۔ پھر اگر مجسم ہو تو صنم بھی کہا جاتا ہے۔ اور غیر مجسم کو تمثال اور تصویر کہا جاتا ہے۔ کاغذ پر ہو یا کپڑے پر یا اور کسی چیز پر یا جیسے فلم کے مسالے پر جو صورت والے کی حکایت کرے اور اس کا تخیل دے سکے۔ خواہ تام ہو یا ناقص اگرچہ سینما کے پردے کی تصویر فلم کے عکس کا سایہ ہے۔ لیکن فلم بجائے خود مسلسل تصویروں کا البم ہوتا ہے جس کی تصاویر سے بجلی کی تیز روشنی کے اثر میں فلسفہ کے مسلسل توارد امثال کے مسئلے کے ماتحت سامنے والے پردے پر متحرک تصاویر نظر آتی ہیں۔ جو اصل کی ایسی مکمل مشابہت اور حکایت کر رہی ہیں کہ

Marfat.com

بالکل ہو بہو اصل معلوم ہوا کرتی ہیں۔ اور یہی تصویر کی حقیقت ہے۔ اگر گارے چونے یا پتھر کے نامکمل شبیہ کو تصویر کہا جا سکتا ہے۔ تو فلم اور پردے کی مکمل شبیہ پر تصویر کا اطلاق جناب کے نزدیک کیوں نہیں ہو سکتا ہے۔

پھر فرمایا کہ :۔

جن امور سے باز نہ رہنے کی خاطر تصویر کو حرام کیا گیا ہے۔ وہ فلم کی تصویروں میں نہیں ہیں۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں حرمت کی کئی وجوہات لکھی ہیں :۔

۱۔ یہ کہ تصویر خود ہی معصیت بالذات اور فاحشہ ہے۔ کیونکہ تصویر بنانے پر وعید وارد ہے۔ عبداللہ ابن مسعودؓ کی حدیث ہے۔ اشد الناس عذابا عند اللہ المصورون الحدیث۔ بخاری اور مسلم۔ (اللہ تعالیٰ کے ہاں سخت ترین عذاب تصویر بنانے والوں کا ہوگا۔) اور جس عمل پر وعید وارد ہو وہ کبیرہ اور فاحشہ ہوتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی خلقت سے مشابہت اور برابری کرنا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے۔ اشد الناس عذابا یوم القیامۃ الذین یضاھون خلق اللہ الحدیث بخاری ومسلم۔ (سخت ترین عذاب والے قیامت کے دن وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی خلقت سے مشابہت کرتے ہیں۔)

۳۔ یہ کہ بعض بنائی ہوئی شکلوں کو مشرک پوجنے لگے تھے۔ تو شریعت محمدیہ میں مطلق شکلوں کا بنانا (سوا ان مستثنیٰ صورتوں کے جو حدیث میں آتے ہیں بے روح کے ہوں۔ سر کاٹے ہوں۔ یا پاؤں کے نیچے فرشوں میں ہوں۔ یا اتنے چھوٹے ہوں جو نظر نہ آتے ہوں۔) ممنوع قرار دیا گیا۔ خواہ مجسّم ہو یا غیر مجسّم۔

۴۔ یہ کہ حدیث شریف میں ہے۔ لاتدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب ولا تصاویر۔ بخاری ومسلم۔ (رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں کتا یا تصویر ہو۔)

بے غرض غور کرنے سے یہ امر بالکل واضح ہے۔ کہ تصویریں فلم کے پردے پر ہوں یا کاغذ پر، سب میں یہ باتیں یکساں ہیں۔

سعید ابن ابی الحسنؒ کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں :۔

میں عبداللہ ابن عباس کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک آدمی نے آکر

Marfat.com

عرض کیا۔ کہ میرا ذریعۂ معاش یہ ہاتھ کا کام ہے۔ میں تصویریں بناتا ہوں۔ (مطلب یہ کہ جائز ہے یا ناجائز) ابن عباسؓ نے فرمایا میں تمہیں حضورِ پاک سے سنی ہوئی بات سناؤں۔ فرماتے تھے۔ کہ جو کوئی شخص بھی کسی شکل کو بنائے تو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دیتا ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ اس شکل میں روح ڈالے اور روح وہ کبھی ڈال نہ سکتا ہوگا۔ تو اس شخص نے ایک سخت اونچی سانس لی اور اور چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر لاچار تمہیں بنانا ہی ہو تو درختوں کی یا غیر ذی روح کی شکل بنایا کر۔ بخاری شریف۔

افسوس! ابن عباسؓ سے بھی تصویر سازی کا سوال ہوا۔ آپ نے حضور کی حدیث سنائی اور منع فرمایا۔ اور جناب سے بھی یہی سوال ہوا۔ جواب میں تمام احادیث سے چشم پوشی فرما کر جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ عجیب علم ہے۔ اور عجیب اجتہاد ہے۔

انگریزی طرز کے بالوں کو سر پر رکھنے کے متعلق کسی نے سوال کیا ہے۔ جناب نے جواب میں فرمایا ہے کہ :-

> اس کی ممانعت احادیث سے ثابت نہیں ہے۔ اور لکھا ہے کہ بعض لوگ اس نوعیت کے بالوں کو تشبّہ کی تعریف میں لاتے ہیں۔ مگر وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں۔ کہ تشبّہ جس سے شارع نے منع فرمایا ہے۔ صرف اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ ایک شخص بحیثیت مجموعی اپنی وضع قطع کافروں کی مانند بنائے۔ غیر مسلموں کے فیشن لباس اوضاع میں سے بعض اجزاء کو لے لینا تشبّہ کی تعریف میں نہیں آتا۔ ورنہ آخر اس بات کی کیا توجیہ کی جائے گی۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود رومی جبّہ پہنا ہے۔ کسروانی قبا پہنی ہے۔ حضرت عمرؓ نے برنس پہنی ہے۔ جو مسیحی درویش پہنا کرتے تھے۔ لہٰذا جزوی تشبّہ کی بنا پر کسی کو گنہگار

Marfat.com

ٹھہرانا یا فاسق قرار دینا زیادتی ہے۔ الخ رسائل مسائل صفحہ ۳ جلد دوم

تشبّہ کے معنے ہیں اپنے کو غیروں کا سا بنا لینا۔ جناب نے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے رومی جبہ یا کسروانی قبا یا حضرت عمرؓ کے برنس پہننے کو اپنے خیال شریف میں تشبّہ سمجھ لیا ہے۔ اور پھر اپنی رائے سے حدیث میں تاویل کرنے کی خاطر جزوی تشبّہ اور مجموعی تشبّہ کی تقسیم کر کے جان چھڑائی اور مجموعی تشبّہ کو ناجائز قرار دیا اور جزوی تشبّہ کو جائز۔ اچھا ہوتا اگر انگریزی بال یا ہیٹ وغیرہ کو سنت ہی قرار دیتے۔ سنت زایدہ سہی۔ کیونکہ حضورؐ سے تو ثابت ہے۔ تو یہ اجتہاد زمانۂ حال کے عین مطابق ہو جاتا۔ یا للعجب۔ کسی کو گنہگار ٹھہرانا یا نہ ٹھہرانا۔ فاسق قرار دینا یا نہ دینا مجتہد یا مفتی کا کام تو نہیں ہوتا۔ مجتہد اور مفتی کا کام تو قرار شدہ احکام الٰہیہ کا صرف معلوم کرنا اور بیان کرنا تھا۔ یہ بھی اسی شریعت سازی کے تخیل کا اثر ہے جس سے جناب والا ہر کہیں ٹھوکر پہ ٹھوکر کھا رہے ہیں۔

بے شک حدیث شریف میں ہے۔ من تشبّہ بقوم فھو منھم او کما قال ھو صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی جس کسی نے کسی قوم کی تشبّہ کی تو وہ انہیں میں سے ہے۔ مجمع البحار میں ہے۔ خواہ تشبّہ کفار کی ہو لباس میں یا اور کسی شے میں یا فساق کی ہو یا اہل تصوف اور صلحاء کی ہو ۱۲۔ جس کسی نیک یا بد قوم کی تشبّہ کسی نے کی تو وہ انہیں میں سے ہو گا۔

پہلے تو یہ امر قابل غور ہے۔ کہ حدیث شریف میں لفظ تشبّہ مطلق یعنی عام وارد ہے۔ خواہ کسی جزو میں ہو یا مجموعی وضع قطع میں ہو۔ اور شریعت کے کسی مطلق کو بلا دلیل شرعی اپنی رائے سے کسی قید سے مقید کرنا یا کسی عام کو مخصوص کرنا ایسا کرنے کو تمام امّت کے علماء فقہاء نے بالاتفاق نسخ جانا ہے۔ یعنی وہ مطلق یا عام منسوخ ہو جائے گا۔ اور شریعت کے کسی بھی حکم کو جزءً یا کلاً منسوخ کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ عزوجل ہی کو حاصل ہے۔ جو شریعت کا مالک ہے۔ یہ کسی مفتی یا مجتہد کا کام نہیں ہو سکتا۔ کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے احکام کو جیسا چاہے توڑ مروڑ کر رکھے۔ حضورؐ کے قبا رومی یا کسروانی کی اشکال کے حل کے لئے لفظ تشبّہ کی لغوی حقیقت پر غور کرنا تھا۔ اگر عربی گرامر کی روشنی میں ذراسی توجہ کی ہوتی تو مشکل حل تھا۔ علم صرف

Marfat.com

کی بالکل ابتدائی کتابوں کا مسئلہ ہے۔ کہ باب تَفَعُّل کے خواص میں سے ایک تکلف بھی ہے۔ یعنی "تکلف چیزے کہ خواہاں او باشی" مطلب یہ کہ جو بھی کوئی لفظ عربی میں تَفَعُّل کے وزن پہ ہو۔ جیسے تشبُّہ بروزن تَفَعُّل اس کی حقیقت میں تکلف اور خواہش ماخوذ ہوں گے۔ اس بناء پر تشبُّہ کے معنے ہوں گے۔ تکلف اور دلی خواہش سے اپنی کسی وضع قطع کو کسی غیر کا سا بنانا۔ درحقیقت یہ نشانی ہوتی ہے باطنی محبت کی۔ اور حضور نے فرمایا ہے۔ المرء مع من احب۔ ہر ایک شخص اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کی محبت ہو۔ کفار سے محبت ہو تو کفار کی سی وضع قطع بناتا ہوگا۔ اور انہیں کے ساتھ اٹھے گا۔ صلحا کے ساتھ محبت ہو تو انہیں کی سی وضع قطع بناتا ہوگا اور انہیں کے ساتھ اٹھے گا۔

اب انصاف سے غور فرمایا جاوے کہ حضور کے متعلق یا حضرت عمرؓ کے متعلق یہ شبہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ حضور کا رومی جبہ یا کسروانی قبا یا حضرت عمرؓ کا برنس پہننے میں اس تکلف کا خیال کارفرما تھا۔ حاشا وکلا وہ تو کفار روم و ایران کو حیوانات سے بھی بدتر سمجھتے تھے۔ رہے ہمارے مسلمان کرام کے انگریزی بال یا ہیٹ وغیرہ جزوی یا کلی وضع قطع تو یہ ایک ناقابل انکار واضح حقیقت ہے۔ کہ اس ملک پر انگریزی کفار کی سلطنت گذری ہے۔ لوگوں کے قلوب پر ان کی عظمت و شوکت کا سکہ اب تک بیٹھا ہوا ہے۔ اکثر بظاہر آزاد اور ذہناً غلام ہیں۔ اپنے آپ کو ان کے ہر ایک جزوی کلی وضع قطع میں دیکھنے کو فخر سمجھ رہے ہیں۔ اور انگریزوں کا انتہائی گرا ہوا فیشن بھی ان کی تہذیب ہے۔ اسی وجہ سے معروف نام بھی انگریزی بال ہی ہے۔ اس بناء پر آج کل کے انگریزی بال کو حضور کے لباس پر قیاس کرنا کچھ عجیب بے ڈھنگا جیسا قیاس ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ سچ کہا ہے مولانا روم نے ؎

کار پاکان را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

Marfat.com

ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ :-

جہاں تک چمڑے کے موزوں پر مسح کرنے کا تعلق ہے۔ اس کے جواز پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے۔ مگر سوتی اور اونی جرابوں کے معاملے میں عموماً ہمارے فقہاء حنفیہ یہ شرط لگائی ہے۔ کہ وہ موٹے ہوں اور شفاف نہ ہوں کہ ان کے نیچے سے پاؤں کی جلد نظر آئے۔ اور وہ کسی بندش کے بغیر خود قائم رہ سکیں۔ میں نے اپنے امکانی حد تک یہ تلاش کرنے کی کوشش کی کہ ان شرائط کا ماخذ کیا ہے۔ مگر سنت میں ایسی کوئی چیز نہ مل سکی۔

طویل بیان کے بعد آخر میں فرمایا :-

لہٰذا ہر وہ چیز جو سردی سے یا راستے کے گرد و غبار سے بچنے کے لئے یا پاؤں کے کسی زخم کی حفاظت کے لئے آدمی پہنے اور جس کے بار بار اتارنے اور پھر پہننے میں آدمی کو زحمت ہو، اس پر مسح کیا جا سکتا ہے۔ خواہ وہ اونی جراب ہو یا سوتی چمڑے کا جوتا ہو یا کرمچ کا یا کوئی کپڑا ہی ہو جو پاؤں پر لپیٹ کر باندھ لیا گیا ہو۔ الخ (رسائل مسائل حصہ دوم ص ۲۶۲)

قرآن و حدیث دونوں کی زبان چونکہ عربی ہے۔ لہٰذا ان سے احکام براہ راست اخذ کرنے کے لئے کم سے کم عربیت اور محاورات عرب کا جانچنا تو ضروری تھا۔

مولانا روم فرماتے ہیں :

ہر کسے را اصطلاحے دادہ ایم	ہر کسے را عادتے بنہادہ ایم
ہندیاں را اصطلاح ہند لبس	سندیاں را اصطلاح سند لبس

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ جورب وہ موزہ ہے جو موزہ کے اوپر ٹخنوں تک پہنتے ہیں۔ تاکہ موزوں کی حفاظت ہو۔ اسی کو جرموق اور موق بھی کہتے ہیں۔ شرح ابن الہمام میں جوہری اور مطرزی سے (جو عربی لغت کے مسلم امام ہیں) نقل فرمایا ہے۔ کہ موق وہ چھوٹا

Marfat.com

موزہ ہے جو موزہ کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ الخ

چونکہ اصل حکم تو بحکم کتاب اللہ پاؤں کا دھونا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور تعامل سے خفین اور جوربین کا مسح منقول ہے۔ دین کا دار و مدار نقل صحیح پر ہے۔ کسی کی رائے اور عقل کا کوئی اعتبار نہیں۔ لہٰذا خف اور جورب سے مراد اسی قسم کے خف اور جورب ہونگے۔ جو حضور نے استعمال فرمائے تھے۔ اور حضرت محدث دہلوی کے نقل کے مطابق خف اور جورب موزوں ہی کی دو قسمیں ہیں، جو اوپر نیچے پہنے جاتے تھے۔ اور چلنے پھرنے کے کام آتے تھے ایسے موزے ظاہر ہے کہ یا تو خود کسی سخت مادے سے سلے ہوئے ہوتے ہیں یا اوپر نیچے چمڑا یا صرف نیچے تلا چمڑے کا سلا ہوا ہوتا ہے۔ کیونکہ بغیر اس کے باریک ہمارے زمانے جیسے جراب چلنے پھرنے کے کام نہیں آتے۔

اور بغیر سلے باریک کپڑا سوتی ہو یا اونی جو پاؤں میں پہنا جائے اس کو عربی میں لفافہ کہتے ہیں۔ لفافے کے مسح کو امت کے سلف خلف نے بالاتفاق خارج از بحث اور ناجائز تسلیم کیا ہے۔

ایسی صورت میں حدیث کے لفظ جورب کی تفسیر میں بلا دلیل اپنے زمانے کی مشینی جرابوں کو ٹھونسنا اور چودہ سو برس کے تمام فقہاء امت کے اجماعی فیصلوں کو مکمل بے اعتنائی سے پھینک کر اپنے خیال سے ایک نئی شریعت گھڑ لینا ایک خدا ترس مسلمان کے شایانِ شان نہ تھا۔ عربی محاورات اور قواعد پر احاطہ کئے بغیر قرآن و حدیث سے چھیڑنے کا انجام یہی ہوتا ہے۔ جب وضو صحیح نہیں ہوا تو نماز کی کیا گت بنی۔ نعوذ باللہ من شر النفس الغرور۔

نماز میں تکبیر اولی کے سوا ہاتھ اٹھانے کے متعلق فرماتے ہیں:-

> رفع یدین کے متعلق پانچ طریقے منقول ہیں۔ پھر اگر کوئی شخص ان طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر جامد ہونے کی بجائے وقتاً فوقتاً ان سب طریقوں پر عمل کرتا رہے۔ جو حدیث میں مذکور ہیں۔ تو یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ صحیح اور مکمل پیروی ہوگی۔ الخ
>
> (رسائل مسائل جلد اول ص۲۵۹)

Marfat.com

شریعت کا قاعدہ ہے۔ کہ جہاں روایات میں اختلاف نظر آئے وہاں یا تو قوت اور ضعف کی بناء پر قوی کو لے لیتے ہیں۔ اور ضعیف کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یا جو آخری عمل ہو وہ سابقہ اعمال کا ناسخ سمجھ کر لے لیا جاتا ہے۔

یہاں پر بھی بے شک حضورؐ سے مختلف طریقے منقول ہیں۔ لیکن جب حضور نے تکبیر اولی کے سوا اور مواقع میں ہاتھ اٹھانے کو ترک فرمایا تو کیا متروک اور منسوخ شدہ عمل کو پھر معمول بنانا اطاعت ہوئی یا ضد اور مخالفت اطاعت کی شکل تو یہ ہے۔ جیسے عبداللہ ابن مسعود کی روایت ہے۔ رفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرفعنا وترک فترکنا الحدیث۔ (ہاتھ اٹھائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہم نے بھی اٹھائے جب چھوڑ دئے تو ہم نے بھی چھوڑ دے۔ ۱۲)

عاصم ابن کلیب سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے دو سال نماز پڑھی تکبیر اولی کے سوا ہاتھ نہیں اٹھائے تھے۔ حضرت مجاہدؓ کی روایت ہے۔ میں نے عبداللہ ابن عمر کے پیچھے دو سال نماز پڑھی۔ شروع نماز کے بغیر کہیں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ تو کیا ترک میں پیروی ضروری نہیں۔

مقتدی کا سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں فرمایا :-

جو کچھ میں نے تحقیق کیا ہے۔ اس کی رو سے زیادہ صحیح مسلک یہ ہے۔ کہ جب امام بآواز بلند پڑھ رہا ہو تو مقتدی خاموش رہے اور جب امام آہستہ پڑھ رہا ہو تو مقتدی بھی فاتحہ پڑھے۔ اسی طرح کسی حکم قرآنی اور کسی حدیث کی خلاف ورزی کا خدشہ نہیں رہتا اور تمام مختلف دلائل کو دیکھ کر یہ ایک متوسط طریقہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ ۱۲ رسائل مسائل جلد اوّل ص ۲۴۵

یہاں بھی وہی قاعدہ ہے۔ کہ آخری عمل پہلے اعمال کا ناسخ ہوتا ہے۔ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ ابتداء میں پڑھی جاتی تھی۔ لیکن بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع میں جو فقہ کی معتبر کتاب ہے۔ فرمایا کہ حضرت ابی ابن کعب سے روایت ہے کہ جب آیت شریف واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون الآیہ — (اور جب قرآن پڑھا جاتا ہو تو اسے سنو اور چپ رہو۔ امید ہے تم پر رحم کیا جائیگا۔) نازل ہوئی

Marfat.com

تو امام کے پیچھے قرارت تمام مسلمانوں نے چھوڑ دی، جب امام خود ہی رسول اللہ صلعم ہوتے تھے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ الحدیث (جس کا امام ہو تو امام کی قرارت اس کی قرارت ہے)۔

بحرالرائق میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ کئی ایک صحابہؓ سے منقول ہے کہ امام کے پیچھے قرارت پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ ۱۲ بحرالرائق ص۳۶۳ ج ایسے موقع پر اللہ رسول کی راہ چھوڑ کر اپنی جانب سے کسی نئی راہ کا نکالنا بدعت اور خود رائی کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ اور دین میں بدعت اور خود رائی گمراہی اور ضلال نہیں تو اور کیا کہا جائے۔

ایک سائل کے سوال کے جواب میں کہ شریعت میں قصر یعنی آدھی نماز پڑھنے کے واسطے انگریزی میلوں کے حساب سے کتنے لمبے سفر کا اعتبار ہے — فرماتے ہیں :-

> فقہاء کے آراء اس معاملے میں مختلف ہیں۔ چنانچہ قصر صلوۃ کے لئے کم از کم نو میل اور زیادہ سے زیادہ اڑتالیس میل کا نصاب مقرر کیا گیا ہے۔ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ آنحضورؐ سے اس معاملے میں کوئی صریح ارشاد منقول نہیں ہے۔ اور نص صریح کی غیر موجودگی میں جن دلائل سے استنباط کیا گیا ہے۔ اس کے اندر مختلف اقوال کی گنجائش ہے۔ صحیح یہ ہے۔ کہ قصر کے لئے مسافت کا ایسا تعین جس میں ایک نقطۂ خاص سے تجاوز کرتے ہی قصر کا حکم لگایا جا سکے شارع کا منشاء نہیں ہے۔ شارع علیہ السلام نے سفر کے مفہوم کو عرف عام پر چھوڑ دیا ہے۔ رسائل مسائل ص۲۱۴ ج ا

بہ ظاہر معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ جناب مجتہد صاحب نے یہ تہیہ کر لیا ہے۔ کہ اپنی لاعلمی کو علم کا رنگ دیتے ہوئے قدیم شریعت مطہرہ کی پابندیوں کو توڑ کر اسلام کے نام سے زمانۂ حال کے مطابق اپنی ایک مخصوص شریعت رائج کر لے۔ ورنہ اگرچہ یہ واقعہ ہے۔ کہ شرعی مقادیر عموماً تخمینی ہوتے ہیں۔ عمومی اندازوں کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ علوم ہندسیہ کی طرح ان میں نقطوں کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے لیکن یہ بھی

Marfat.com

نہیں کہ شریعت نے سفر کے مفہوم کو بالکل عرف عام پر چھوڑ دیا ہے۔ اور کوئی اندازہ مقرر نہیں فرمایا۔ اور جیساکہ احادیث میں آتا ہے۔ دراصل ابتدا میں نمازیں سب کی سب دو دو ہی رکعتیں فرض ہو گئی تھیں۔ بعد میں سفر کی حالت میں تو وہی دو دو چھوڑ دی گئیں۔ اور حالت اقامت میں بڑھا کر چار کر دی گئیں اب۔ اس سفر کی تشخیص جس سے شارع علیہ السلام کے نزدیک، احکام شرح میں تغیر و تبدل آجاتا ہے۔ تین دن رات ہی ہیں فرمایا رسول اللہ صلعم نے یمسح المقیم یوماً ولیلة والمسافر ثلثة ایام ولیالیھا الحدیث رواہ۔ (مسح کرے مقیم ایک دن رات اور مسافر تین دن رات)۔

اسی طرح فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال نہیں کسی مؤمنہ عورت کو کہ وہ تین دن رات سفر کرے بغیر کسی محرم یا خاوند کے۔

ہر سمجھدار انسان اس سے یہ بلا تکلف سمجھ سکتا ہے۔ کہ حضرت شارع علیہ السلام کی نظر میں مسافر وہی ہے۔ جو تین دن رات کی مسافت کی نیت سے کر گھر سے نکلے۔ اسی کو حنفیہ نے اعتبار کیا۔ حضرت امام مالک نے اربعہ برد کا اعتبار کیا اور ایک برید بارہ میل ہے جس کا مجموعہ اڑتالیس میل ہے حضرت امام شافعی سے چھیالیس میل کی روایت ہے (بدائع) تین دن کے متوسط سفر کا بھی یہی اندازہ ہے۔ بہرحال لفظی اختلاف سہی۔ مگر اتنا قطعاً معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب مودودی صاحب کا یہ فرمانا کہ سفر کا مفہوم عرف عام پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ حضرت شارع علیہ السلام کے ارشادات اور ائمہ ہدایت کے ارشادات کے خلاف ایک صریح مغالطہ ہے۔

اسی رنگ میں جناب مجتہد صاحب نے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کو خیالات کا ایک ڈھکوسلہ سمجھ کر میاں بیوی کے درمیان عائلی شرائع میں بھی بہت سی ترمیموں کا ایک مجموعہ حقوق الزوجین کے نام سے شائع کیا ہے۔ جس سے ہم یہاں پر صرف تین نمونے پیش کرنا چاہتے ہیں ——— باقی کو بحکم "قیاس کن زگلستان من بہار مرا" پر چھوڑ دیں گے۔

لعان اس مسئلے کی قرآنی حقیقت یہ ہے۔ کہ جب خاوند اپنی بیوی پر زنا کا دعویٰ کیا تو اس کی دو صورتیں ہوں گی۔ پہلی صورت یہ کہ اگر

Marfat.com

چار عینی گواہوں کی شہادت سے خاوند اپنا دعویٰ ثابت کر سکا تو عورت سنگسار کی جائیگی۔
ورنہ خاوند پر حد قذف یعنی اسی کوڑے لگانے کا حکم جاری کیا جائے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر خاوند اثبات دعویٰ سے عاجز آجائے تو پھر میاں بیوی لعان کریں گے۔ اس کی شکل قرآن کریم نے یہ بتائی ہے۔ کہ قاضی کے سامنے مرد چار دفعہ اللہ تعالیٰ کے نام کو گواہ بناکر قسم کھائے کہ میں اس دعویٰ میں سچا ہوں۔ اور پانچویں دفعہ یہ کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ پھر عورت اسی طرح چار دفعہ اللہ تعالیٰ کے نام کو گواہ بناکر کہے۔ کہ میرا خاوند جھوٹا ہے۔ اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر میرا خاوند سچا ہے۔ تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو۔ اس کے بعد قاضی ان کے درمیان تفریق کرے عورت طلاق ہو جائے گی۔

معلوم ہؤا کہ جب خاوند بیوی کی نسبت زنا کا دعویٰ کرے اور ثبوت سے عاجز ہو جائے۔ تو شرعاً یا تو اپنے آپ کو جھٹلائے اور اسی کوڑے حد قذف لے یا لعان کرے۔ اور اگر خاوند ان دونوں قرآنی حکموں میں سے کسی ایک کو نہ مانتا ہو تو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ اس کو قید کیا جائے۔ تاکہ وہ ان دو احکام شرعیہ میں سے کسی ایک کے ماننے کے لئے آمادہ ہو جائے۔ اسی طرح عورت کے لئے بھی از روئے شرع شریف دو ہی صورتیں ہیں۔ یا خاوند کی تصدیق کرکے سنگساری کی قرآنی سزا قبول کرے یا لعان کرکے طلاق کو مان جائے۔ اور اگر عورت ان دو صورتوں میں کسی ایک کو نہ مانتی ہو تو قید کیا جائے۔ تاکہ وہ ان دو احکام شرعیہ قرآنیہ میں سے کسی ایک کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جائے۔ معلوم ہؤا کہ حضرت امام اعظمؒ نے قید کا حکم تعزیراً صرف اس غرض کے لئے دیا ہے۔ کہ میاں بیوی احکام شرعیہ کو تسلیم کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں نہ کہ قید ان کے لئے شرعی سزا ہے۔ حضرت مودودی صاحب کا ارشاد ملاحظہ ہو لکھتے ہیں۔

> اگر عورت پر الزام لگانے کے بعد شوہر لعان سے انکار کرے تو جمہور کی رائے میں وہ حد کا نہیں بلکہ قید کا سزاوار ہوگا۔ اسی طرح اگر شوہر کے لعان کے بعد عورت لعان سے انکار کرے تو شافعی اور مالک رحمہم اللہ کی رائے یہ ہے۔ کہ اس کو رجم کیا جائے گا۔

Marfat.com

اس باب میں امام اعظم کا مذہب، زیادہ صحیح اور مبنی بر مصلحت ہے۔
لیکن ہندوستان کے موجودہ حالات میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔
کہ لعان کے انکار کرنے کو جرم مستلزم سزا قرار دیا جائے۔ اس
لئے سردست ضابطۂ شرعیہ میں اس کے لئے مناسب شکل یہ ہوگی
کہ اگر مرد لعان سے انکار کرے تو عورت کو اس پر ازالۂ حیثیت
عرفی کا دعوہ دائر کرنے کا حق دیا جائے۔ اور اگر عورت انکار
کرے تو اسے مہر سے محروم کیا جائے۔ (حقوق الزوجین ص۱۰۱)

ماشاء اللہ پہلے تو چودھویں صدی کے مجتہد صاحب کی علمی قابلیت قابلِ داد ہے۔ ایک قرآنی مسئلے کی حقیقت کیا سے کیا سمجھی۔ پھر یہ ارشاد کہ ہندوستان کے موجودہ حالات میں اس کی گنجائش نہیں۔ اس لئے ضابطہ شرعیہ۔ الخ

سبحان اللہ علوم شرعیہ سے ایک نابلد ایک خود پرست انسان کا بنایا ہوا سرتاپا ناحق ضابطہ پھر ہو وہ شرعیہ کیا عجیب امانت اور دیانت ہے۔ ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا الآیہ۔ اس سے بڑا ظالم کون ہے۔ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔ کیا یہی وہ دین ہے جس کی اقامت کے ڈنکے ملک میں بجائے جا رہے ہیں۔ اپنے پیٹ سے ضابطے اگلتے جائیں۔ اور نام ضوابط شرعیہ رکھیں۔ اور پھر عجیب سے عجیب یہ کہ اگر عورت انکار کرے تو اسے مہر سے محروم کیا جائے عجیب انصاف ہے۔ یہ سزا کتاب حقوق الزوجین میں جناب نے جا بجا عورت بیچاری کے لئے تجویز فرمائی ہے۔ کیا زوردار اجتہاد ہے۔ عورت نے جو کچھ کیا گناہ کیا غلطی کی لیکن اس کو ایک مالی حق شرعی سے کیونکر محروم کی جا سکتی ہے۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ رحمن و رحیم اور اس کے رسول رؤف و رحیم کی بجائے مودودی شریعت بنانے لگ گئے۔ تو ضوابط اسی طرح سے متعفن اور حق سے کوسوں دور بنتے جایا کریں گے۔

اسی طرح سے طلاق کے بارے میں شریعت مقدسہ میں تین قسم کی طلاق ہیں:۔

۱۔ احسن یعنی بغیر ہم بستری طہر کی حالت میں ایک طلاق۔

۲۔ حسن اور سنی۔ بغیر ہم بستری کے ایک طلاق یا تین متفرق طہروں میں تین طلاق۔

Marfat.com

۳- بدعی یعنی بہ یک وقت تین طلاق خواہ بہ یک لفظ ہو یا مختلف دفعات سے اس شکل میں طلاق دینا شرعاً ممنوع تو ہے۔ البتہ واقع ہو جاتے ہیں۔
جناب نے اس کو رد کرنے کے لئے حقوق الزوجین میں لکھا ہے۔ کہ :-

تطلیقات در مجلس واحد پر ایسی پابندیاں عائد کر دی جائیں جن کی وجہ سے لوگ اس فعل کا ارتکاب نہ کر سکیں۔ مثال کے طور پر اس کی ایک صورت یہ ہے۔ کہ مطلقہ عورت کو جسے بہ یک وقت تین طلاقیں دی گئی ہوں۔ عدالت میں ہرجانہ کا دعوی کرنے کا حق دیا جائے۔ اور ہرجانہ کی مقدار کم از کم مہر کی نصف مقدار تک مقرر کی جائے۔ الخ صہ ۱۰۹

یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ جبکہ حدیث شریف میں ہے۔ لایحل مال امرء مسلم الا بطیب نفسہ ۱۲ (نہیں ہے حلال مال کسی مرد مسلمان کا مگر دل کی خوشی سے) تو یہ ہرجانے کا حکم جب قرآن پاک میں نہیں ہے۔ حدیث رسول پاک میں نہیں ہے۔ تو جناب مودودی صاحب اس نصف مہر کی مقدار میں ہرجانے کی رقم خاوند سے لینے کو کس قانون شرعی کے ماتحت حلال جانتے ہیں۔ یا مودودی شریعت میں حلال و حرام کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔
خیار بلوغ وغیرہ کی بابت حقوق الزوجین میں لکھتے ہیں :-

یہ مسئلہ کہ باپ اور دادا کو نابالغہ پر ولایت اجبار حاصل ہے اور ان کے کئے ہوئے نکاح میں لڑکی کو خیار بلوغ استعمال کرنے کا حق نہیں ہے۔ قرآن مجید کی کسی آیت یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ الخ

پھر پانچ وجوہات بیان کر کے ارشاد ہے :-

ان وجوہ سے فقہ کے اس جزئیہ پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ اور مصالح کا اقتضاء یہ ہے۔ کہ اس خالص اجتہادی مسئلے میں ترمیم کر کے صغیر و صغیرہ کو ہر حال میں خیار بلوغ دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ عزوجل کا ارشاد عالی ہے۔ اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ

Marfat.com

الَّذِیۡنِ مَالَمۡ یَأۡذَنۡ بِہِ اللہُ الآیہ ۔ (کیا ان کے اور بھی شرکاء ہیں جنہوں نے جاری کئے ان کے لئے ایسے راستے جن کا اذن اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا ہے)

آیت بالا کی روشنی میں مسائل شرعیہ میں اپنی رائے سے ترمیم تبدیل کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دین میں شراکت کا دعویٰ ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ بندے کی شان ہے۔ لَا یُشۡرِکُ فِیۡ حُکۡمِہٖۤ اَحَدًا ط (نہ شریک بنائے اس کے حکم میں کسی ایک کو)

حیرانی کا مقام ہے۔ کہ جناب مودودی صاحب اپنے لئے یا اپنے خیال میں اور علماء فقہاء کے لئے اللہ تعالیٰ کے دین میں بغیر اذن الٰہی ترمیم کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شراکت کو کیسے جائز سمجھتے ہیں۔ علمائے امت نے تو وصیت یہی چھوڑی ہے۔ کہ افراد امت کو حضور کے سامنے ایسا ہونا چاہیئے۔ جیسا مردہ بدست زندہ جہاں حضور چلے مسلمان چلے جہاں آپ رکے مسلمان رکے۔ مسئلہ صرف اتنا ہے کہ حضور کے سامنے حضرت قدامۃ ابن مظعون رضؓ نے اپنی بھتیجی کا نکاح صغر سنی میں عبداللہ ابن عمرؓ سے باندھا۔ حضور نے بعد بلوغ فسخ نکاح کا اختیار اس کو دے دیا اسی طرح نبی صلعم نے حضرت حمزہؓ کی نابالغ بیٹی کا نکاح عمرو ابن سلمہؓ سے باندھا اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ بالغ ہونے پر رد یا قبول کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اور جب حضرت ابوبکرؓ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کا نکاح صغر سنی میں حضور سے باندھا تو حضور نے حضرت عائشہؓ کو بعد بلوغ رد و قبول کے خیار کا ارشاد نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ باپ (یا دادا جو حکماً باپ ہے۔) کے نکاح میں صغیرہ کو بعد البلوغ خیار فسخ کا حق نہیں ہے۔ اور باپ کے سوا اور اولیاء میں ثابت ہے۔

اگر حضرت عائشہؓ کو شرعاً اختیار فسخ کا حق حاصل تھا تو حضور انور صلعم ادائے رسالت میں قصور کیونکر فرما سکتے۔ جب حضرت عائشہؓ کا حق تھا۔ اور حضور نے ان کو علم نہ دیا تو بحکم آیت یَاۤ اَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَہٗ ط (اے رسول پہنچا دے جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت نہیں پہنچائی۔ بات کہاں سے کہاں پہنچی ہے)

رہا باپ کے وافر الشفقت ہونے کا ذکر یہ تو علمی نکات ہیں جو روایات شرعیہ کی تائید میں بیان کئے جاتے ہیں۔ مستقل دلائل تو روایات شرعیہ ہی ہوتے ہیں۔

Marfat.com

بڑے افسوس کا مقام ہے۔ کہ جناب مجتہد صاحب نے آج علم و اجتہاد کے کے نام پر ضلال اور الحاد پر کمر باندھ رکھی ہے۔ اور بمطابق آیت یقدم قومہ یوم القیامۃ فاوردھم النار۔ (قیامت کے دن آگے آگے چل کر اپنی قوم کو آگ میں گرا کر چھوڑیں گے۔)

اسی طرح سے خاوند کی مختلف قسم کی بیماریوں کی حالت میں بھی جناب نے حقوق الزوجین کے صہ ۹۲ سے لے کر صہ ۹۹ تک کے صفحے سیاہ فرمائے ہیں۔ جن میں موجودہ شریعت محمدیہ کی تنقیص پر بحث کی ہے۔ اور شریعت کو نادرست۔ سخت۔ اور ناقابل برداشت ظاہر کر کے اپنی رائے سے شریعت سازی کی مشق کر کے شوقِ اجتہاد کو پورا کیا ہے۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہر چہ کرد آں آشنا کرد

Marfat.com

تفسیر قرآن کے متعلق
مودودی کے خیالات باطلہ کے
چند نمونے

اللہ تعالےٰ نے قرآنِ کریم کی حفاظت کی ذمہ داری خود لے رکھی ہے۔ ارشاد ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (ہم نے قرآنِ پاک کو نازل کیا اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔) بہ ظاہر عالم اسباب میں یہ فریضہ حفّاظ اور علمار فقہا کے ذمے ڈال دیا گیا ہے۔

تراجم اور تفاسیر قدیم جدید بے شمار شائع ہوگئی ہیں۔ جناب نے بھی "تفہیم القرآن" کے نام سے تفسیر لکھی ہے۔ ترجمہ تو سلیس ہے۔ البتہ تفسیر میں اپنی عام عادت کے مطابق قدیم آئمہ تفسیر میں سے کسی کی تقلید ضروری نہیں سمجھتے ہیں۔ اس واسطے جابجا اپنی رائے کو بھی تفسیر کے رنگ میں پیش کر دیا ہے۔ حالانکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے۔ مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَاْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ ۱۲ رواہ الترمذی۔ (جس نے قرآن کی تفسیر میں اپنی رائے سے کچھ کہا تو وہ اپنی جگہ جہنم کی آگ میں پکڑ لے ۱۲ روایت کیا اس کو ترمذی نے) اسی حدیث شریف کی روشنی میں علمائے کرام نے تفسیر بالرائے کو حرام ٹھہرایا ہے۔ بلکہ بعض بعض مقامات میں تو نصِ صریح کی مخالفت بھی گوارا فرماتے ہیں۔ سورہ انعام کی آیت۔ قل لا اجد فیما اوحی الی محرما الآیۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں ——

مگر اس کے بعد پھر مختلف چیزوں کی حلت و حرمت میں فقہار کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ مثلاً پالتو گدھے کو امام ابو حنیفہ

امام مالک اور امام شافعی حرام قرار دیتے ہیں۔ لیکن بعض دوسرے فقہاء کہتے ہیں۔ کہ وہ حرام نہیں ہے۔

درندہ جانوروں اور شکاری پرندوں اور مردار خور حیوانات کو حنفیہ مطلقاً حرام قرار دیتے ہیں۔ مگر امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک شکاری پرندے حلال ہیں۔ لیث کے نزدیک بلی حلال ہے۔ امام شافعی کے نزدیک صرف وہ درندے حرام ہیں۔ جو انسان پر حملہ کرتے ہیں۔ جیسے شیر۔ بھیڑیا۔ چیتا وغیرہ۔ عکرمہ کے نزدیک کوا اور بجو دونوں حلال ہیں۔ اسی طرح حنفیہ تمام حشرات الارض کو حرام قرار دیتے ہیں۔ مگر ابن ابی لیلیٰ امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک سانپ حلال ہے۔ ان تمام مختلف اقوال اور ان کے دلائل پر غور کرنے سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے۔ کہ دراصل شریعت الٰہی میں قطعی حرمت ان چار ہی چیزوں کی ہے۔ جن کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے۔ (مردار۔ بہتا ہوا خون۔ خنزیر۔ غیر اللہ کے نام کا مذبوحہ) ان کے سوا دوسری حیوانی غذاؤں میں مختلف درجوں کی کراہت ہے۔ جن چیزوں کی کراہت صحیح روایات کے مطابق نبی صلعم سے ثابت ہے۔ وہ حرمت کے درجہ کے قریب تر ہیں۔ اور جن چیزوں میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ ان کی کراہت مشکوک ہے۔ رہی طبعی کراہت یا طبقاتی کراہت یا قومی کراہت۔ تو شریعت الٰہی کسی کو مجبور نہیں کرتی۔ کہ وہ خواہ مخواہ ہر اس چیز کو ضرور ہی کھا جائے۔ جو حرام نہیں کی گئی ہے۔ الخ

تفہیم القرآن طبع دوم ۱۹۵۲ء

قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ نے اس آیت سے دو رکوع پیچھے مشرکین کی رسوم قبیحہ کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ جانوروں۔ بھیڑ۔ بکری۔ گائے۔ اونٹ میں سے کچھ حلال کچھ حرام بنایا تھا۔ حالانکہ تحلیل و تحریم اللہ تعالےٰ ہی کا حق ہے۔ ان کے رد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قل لا اجد۔ الخ جناب

Marfat.com

مفسر صاحب آیت کو عام سمجھ کر چار چیزوں کے سوا بہت سی چیزوں کو فقہاء کے اختلافات میں لاکر حرمت سے انکار کر گئے۔ مثلاً پالتو گدھے۔ شکاری پرندے۔ انسان پر غیر حملہ آور درندے۔ بلی۔ کوا۔ بجو۔ سانپ وغیرہ میں مشکوک جیسی کراہت مان گئے وہ بھی طبعی۔ طبقاتی اور قومی کئی قسموں کی۔ حالانکہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی صحیح حدیث ہے۔ حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحوم الحمر الاھلیۃ۔ الحدیث۔ (حرام فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کا گوشت)

اسی طرح ابوداؤد کی حدیث ہے۔ الا لا یحل لکم الحمار الاھلی ولا کل ذی ناب من السباع۔ الحدیث۔ (خبردار نہیں ہے حلال تمہارے لئے پالتو گدھا اور نہ ہر کچلیوں والا درندہ۔) مسلم کی حدیث ہے۔ کل ذی ناب من السباع فأکلہ حرام الحدیث۔ (ہر کچلیوں والا درندہ جو ہو اس کا کھانا حرام ہے) وغیرہا من الاحادیث۔ ۱۲

ابن عبد البر رحمہ اللہ نے گدھے کی حرمت پر فقہا کا اجماع نقل فرمایا ہے۔ ۱۲ حیوۃ الحیوان بحث الحمار۔ حیرت ہے جناب کا دعوہ تو علم و اجتہاد کا اتنا ہے۔ کہ امت محمدیہ میں سے کسی کو اپنا ہمسر نہیں جانتے ہیں۔ خود حضور کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو گدھے کے گوشت کو اور اسی طرح ہر درندہ جانور کو چاہے چرند ہو چاہے پرند صاف حرام اور ناحلال فرماتے ہیں۔ اور جناب مفسر صاحب صرف بزعم خود فقہاء کے اختلاف کی وجہ سے مشکوک جیسی کراہت کے قائل ہو رہے ہیں۔ وہ بھی کراہت طبعی اور قومی اور طبقاتی میں گرا ہوا۔ یا للعجب اعاذنا اللہ تعالیٰ من شر العجب والغرور۔

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ ط وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ ط (الی آخرہ) ترجمہ (کفر نہیں کیا سلیمان علیہ السلام نے لیکن شیطانوں نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھلاتے تھے۔ اور وہ جو نازل کیا گیا دو فرشتوں پر بابل میں ہاروت و ماروت پر۔) ان آیتوں کی تفسیر میں جہاں تمام مفسرین نے وما کفر سلیمان میں منفی کفر اور فلا تکفر میں منہی عنہ کفر کی تفسیر سحر سے کی ہے۔ وہاں حضرت نے پہلے تو شیاطین کے معنے

Marfat.com

جن اور انس کو عام کر دے ۔ پھر کفر کی تفسیر بجائے سحر کے تعویذ گنڈوں سے کر کے فرمایا "جیسے آج ہمارے علماء مشائخ کر رہے ہیں" تاکہ پڑھنے والے کے دماغ پر یہی جم جائے کہ اللہ تعالیٰ کا مطلب اور نصب العین لفظ "ماکفر" اور "فلاتکفر" دونوں آیتوں میں یہی عملیات اور تعویذ گنڈے ہیں۔ جو آج کل کے علماء مشائخ کا معمول ہے ۔ لیکن یہ نہیں سوچا کہ یہ وار کتنی دور تک جا پہنچتا ہے ۔ تعویذ گنڈے جھاڑ پھونک تو حضور پاک اور صحابۂ کرام سے بھی ثابت ہیں ۔ اور اس الزام کے لپیٹ میں تو تمام امت محمدیہ کے علماء اولیاء بزرگان دین آجاتے ہیں ۔ لیکن جب علماء مشائخ حضرت کے اجتہادات جدیدہ کے رقیب تھے ۔ موقعہ پاکر انہیں سے انتقام لینا تھا ۔ اگرچہ انجام کچھ ہی ہو ۔

فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْس کی تفسیر میں جہاں تمام مفسرین نے فَسَجَدُوْا سے مراد آدمؑ کے سامنے حقیقۃً سجدہ ہی مراد لیا ہے ۔ جو اس وقت مامور بہ تھا ۔ ملائکہ نے حکم کی تعمیل کی اور ابلیس نے نافرمانی کی ۔ وہاں حضرت نے ص۶۵ پر دنیا کی آئندہ زندگی میں نوع انسان کے لئے فرشتوں کا مسخر ہونا مراد لیا ہے ۔ جو تفسیر بالرائے ہے ۔ اور یہ تفصیل نہیں معلوم ہوتی کہ فرشتوں کا انسان کے لئے مسخر ہونے کا مطلب جناب کیا لیتے ہیں ۔ اور تسخیر کی حقیقت کیا ہے ؟

وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ کی تفسیر میں جہاں تمام مفسرین نے حقیقتِ رفع ہی مراد لی ہے ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے پہاڑ کو بنی اسرائیل کے سروں پر اٹھا دیا تھا ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو خلافِ معمول آیاتِ قدرت کے سلسلے میں جابجا ذکر فرمایا ہے ۔ چنانچہ سورۂ اعراف میں نہایت تصریح کے ساتھ ارشاد فرمایا — وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ ۔ (اور جب کہ اٹھایا ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر گویا کہ وہ ایک چھت ہے ۔) باوجود اس تصریح کے حضرت تفسیر میں فرماتے ہیں ۔ کہ :

"پہاڑ کے دامن میں میثاق لیتے وقت ایسی خوفناک صورتِ حال پیدا کر دی تھی کہ ان کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا پہاڑ ان پر آگرے گا ۔ ص۸۳"

یہی تفسیر سر سید احمد خان نے کی ہے ۔ یہ جناب کی نئی تحقیق نہیں ۔ تقلید کو بدتر از

Marfat.com

گناہ سمجھنے کے بعد بھی اس سے چھٹکارا نہ ملا۔ افسوس!

رمضان شریف کے روزوں کے متعلق کُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ۔

ایک شخص کے لئے یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ اگر عین طلوعِ فجر کے وقت اس کی آنکھ کھلی ہو تو وہ جلدی سے اٹھ کر کچھ کھا پی لے۔ ص ۱۴۶

اس کے معنے یہ ہوئے کہ فجر طلوع ہونے کے باوجود سحری کھانے سے روزہ پورا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ آیت کی تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے۔ اور اس تحریف کی جڑ یہ ہے۔ کہ ہمارے اردو دان مجتہد صاحب کو عربی علم نحو کی خبر نہیں کہ "حتّٰی" یہ بات ظاہر کرتا ہے۔ کہ غایت مُغیّا میں داخل نہیں۔ "حتّٰی" عربی میں اس مقام پر آتا ہے، جہاں اردو میں تک آتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ میں سمندر تک گیا۔ تو کوئی بلید سے بلید بلکہ جاہل سے جاہل آدمی بھی یہ مطلب نہیں سمجھے گا۔ کہ یہ سمندر کے اندر بھی گیا۔ اسی طرح اس آیت کا صریح اور صاف مفہوم یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں طلوعِ فجر تک کھاؤ پیو۔ مگر یہ کھانا پینا فجر کے کسی حصہ میں نہ ہو۔ خواہ وہ سیکنڈ کا اقل قلیل کیوں نہ ہو۔ پھر ستم یہ کیا ہے۔ کہ محض اپنی طرف سے جلدی سے اٹھ کر کھا پی لینے کی اجازت دیدی ہے۔ قرآن مجید میں اس پر دلالت کے لئے ایک لفظ تو درکنار ایک حرف بھی نہیں۔ مزید ستم یہ ہے۔ کہ اس جلدی کے لئے کوئی میٹر بھی نہیں بتایا۔ (میٹر کی اصطلاح خود ہمارے مجتہدِ عصر کی وضع کی ہوئی ہے۔ جیساکہ آپ نے ڈاڑھی کے مسئلے میں فرمایا ہے۔ کہ ہمیں شارع نے اس کے ناپنے کے لئے کوئی میٹر نہیں بتایا۔) ایک شخص ہے کہ وہ پانچ منٹ کو بھی دیر سمجھتا ہے۔ اور ایک دوسرا شخص ایک گھنٹہ کو بھی جلدی کے مفہوم میں داخل سمجھتا ہے۔

بہرحال ساڑھے تیرہ سو برس پہلے جتنے روزہ کی ضرورت تھی۔ ہمارے اس بناضِ زمانہ کے نزدیک حالات کا لحاظ کرکے تخفیف ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ کس خوبی سے روزہ کا تیا پانچہ کیا ہے۔ کہ بے اختیار مرحبا کہنے کو جی چاہتا ہے۔ کیوں نہ ہو اپنے روحانی استاد سرسید احمد خاں کا حقِ شاگردی ادا کرنا تھا۔ جو

Marfat.com

فرما گئے ہیں۔ کہ آخر اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا کھانا پینا آرام سے رہنا کیوں ناپسند ہے۔" صرف یہ کہ آپ نے ذرا تہذیب سے کام لیا۔ کہ اللہ تعالیٰ پر ان کی طرح تنقید تو نہیں فرمائی۔ مگر روزہ کو بڑی خوبی سے ختم کر دیا۔

حضرت یونس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر تنقید فرماتے ہوئے سورۂ یونس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"پس جب نبی نے ادائے رسالت میں کوتاہی کی۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے بطور خود اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے انصاف نے اس قوم کو عذاب دینا گوارا نہ کیا۔ کیونکہ اس پر اتمام حجت کے قانونی شرائط پورے نہیں ہوئے تھے۔"

کیا خوب! نبی کی ادائے رسالت میں کوتاہی کا پتہ جناب کو کس آیت سے چلا۔ وہ تو اس تبلیغ رسالت پر مامور تھے۔ کہ اگر تم نے شرک و بت پرستی ترک نہ کی تو تم پر عذاب آئے گا۔ چنانچہ یہ تبلیغ انہوں نے پوری کر دی۔ بالفرض ان سے رسالت میں کوتاہی بھی ہوئی تو پھر اللہ تعالیٰ نے قبل تبلیغ رسالت اور اتمام حجت ان پر کیوں عذاب بھیج دیا۔ حالانکہ اس مقام پر قرآن مجید میں تصریح ہے۔ کہ "ہم نے ان پر عذاب بھیجا۔ لیکن وہ ایمان لے آئے۔ اس لئے ہم نے عذاب دفع کر دیا۔" یہ نہیں کہ اتمام حجت کے قانونی شرائط پورے نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے اس کے انصاف نے عذاب دینا گوارا نہ کیا۔ اس مضمون کو آیات کی تفسیر سے تو کوئی تعلق نہیں۔ البتہ جناب کے الفاظ کی ساحری ضرور ہے۔

خیر یہ تو ہوئی مودودی تفسیر۔ اب قدیم تفسیر ملاحظہ ہو۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ	پس کیوں نہ ایسا ہوا کہ ان ہلاکت زدہ
فَنَفَعَهَا اِيْمَانُهَا اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ	بستیوں میں سے کوئی بستی ایمان لاتی۔
لَمَّا اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ	اور وہ ایمان ان کو نفع دے کر ہلاکت
الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	سے بچاتا۔ صرف قوم یونس جب ایمان
وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ؕ	لائی تو ہم نے ان سے رسوائی کے

Marfat.com

عذاب کو اٹھا لیا۔ اور ایک مخصوص مدت تک ہم نے ان کو آباد رکھا"
مودودی صاحب کا تو کہنا تھا۔ کہ حضرت یونس علیہ السلام نے ادائے رسالت میں کوتاہی کی۔ اس واسطے قوم کو عذاب نہ دیا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا تو ارشاد صاف ہے۔ کہ قوم بہ وجہ ایمان لانے کے عذاب سے بچی۔

جناب کو بڑوں پر تنقید کے شوق یا مرض نے درجۂ جنون تک پہنچا دیا ہے۔ مفسرین کی معتمد روایات کو بالائے طاق رکھ کر اولوالعزم رسولوں پر بھی ہاتھ صاف کرنے سے جھجکتے نہیں۔ کیا یہی معنے تھے پیغمبروں کی توقیر و تعظیم اور ان پر ایمان اور اعتماد کے ؟ قوم تو ایمان لاکر عادۃ اللہ کے موافق عذاب سے بچی۔ اور جناب والا الزام لگاتے ہیں۔ کہ حضرت یونسؑ نے کوتاہی کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے بے انصافی سمجھ کر عذاب نہ دیا۔ ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا۔ ایسی ہی تفسیر ہو اور اس پر ناز ہو۔ اگر جناب والا سلف پر بالکل بد اعتماد نہ ہوتے۔ تو حضرات مفسرین نے تو لکھا ہے۔ کہ :

> حضرت یونس علی نبینا و علیہ السلام اہل نینوا کی جانب بھیجے گئے تھے۔ حضرت نے ان کو کفر و شرک چھوڑنے اور توحید قبول کرنے کی دعوت دی۔ جھٹلانے پر حضرت نے ان کو خبر دی کہ تین دن کے بعد تمہاری ہلاکت ہو گی۔ تیسرے دن جب حسبِ وعدہ عذاب آنے کا وقت ہوا۔ تو عذاب کے خوف سے اس موقع کو چھوڑ کر نکل گئے۔ عذاب کالے بادل کی شکل میں قوم کے سروں پر آ نمودار ہوا۔ قوم نے کفر و شرک سے توبہ کی اور نبی علیہ السلام کو ڈھونڈا تو نہ پایا۔ تو تمام بچے بوڑھے مرد عورتیں پورے اخلاص اور سچائی کے ساتھ از خود صحرا کو نکلے اور حضرت رسولِ خدا پر غائبانہ ایمان لاکر توحید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں گڑگڑائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کی توبہ و زاری کو قبول فرما کر معاف کر دیا۔" (روح المعانی)

دونوں تفسیروں میں زمین و آسمان کا فرق ناظرین خود ملاحظہ فرمائیں۔ سورہ انعام فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ اللَّیْلُ رَاٰ کَوْکَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ الآیہ کی تفسیر میں فرمایا:

Marfat.com

یہاں حضرت ابراہیم کے اس ابتدائی تفکر کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ جو منصب نبوت سے پہلے ان کے لئے حقیقت تک پہنچنے کا ذریعہ بنا۔ اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ ایک صحیح الدماغ اور سلیم النظر انسان جس نے سراسر شرک کے ماحول میں آنکھیں کھولی تھیں۔ اور جسے توحید کی تعلیم کہیں سے حاصل نہ ہو سکتی تھی۔ کس طرح آثار کائنات کا مشاہدہ کر کے اور ان پر غور و فکر اور ان سے صحیح استدلال کر کے امر حق معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ تفہیم القرآن ج اول ص ۵۵۶ طبع دوم۔

پھر اس بحث کے آخر پر ارشاد ہے :۔

اس سلسلے میں ایک اور سوال بھی پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ جب حضرت ابراہیم ؑ نے تارے کو دیکھ کر کہا یہ میرا رب ہے۔ اور جب چاند سورج کو دیکھ کر انہیں اپنا رب کہا تو کیا وہ اس وقت عارضی طور پر ہی سہی شرک میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ایک طالب حق اپنی جستجو کی راہ میں سفر کرتے ہوئے بیچ کی منزلوں پر غور و فکر کے لئے ٹھہرتا ہے۔ اصل اعتبار ان منزلوں کا نہیں ہوتا۔ بلکہ اصل اعتبار اس سمت کا ہوتا ہے جس پر وہ پیش قدمی کر رہا ہے۔ اور اس آخری مقام کا ہوتا ہے۔ جہاں پہنچ کر وہ قیام کرتا ہے۔ بیچ کی منزلیں ہر جویائے حق کے لئے ناگزیر ہیں۔ تفہیم القرآن ص ۵۵۸

پھر کتاب رسائل مسائل میں کسی سائل نے تفسیر کے اسی مضمون پر اعتراض کیا ہے۔ کہ اگر نبوت وہبی ہوتی تو حضرت ابراہیم ؑ کو خدا کی الوہیت میں شک نہ ہوتا اور اگر کسبی ہوتی تو ایک فلاسفر اور نبی میں کیا فرق ہوا۔ جواب میں حضرت فرماتے ہیں کہ :۔

قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام وحی آنے سے پہلے جو علم رکھتے تھے۔ اس کی نوعیت عام انسانی علوم سے کچھ بھی مختلف نہ ہوتی تھی۔ ان کے پاس نزول وحی سے پہلے کوئی ایسا ذریعہ علم

Marfat.com

نہ ہوتا تھا۔ جو دوسرے لوگوں کو حاصل نہ ہو۔ چنانچہ فرمایا ما کنت
تدری ما الکتاب ولا الایمان الآیہ (شوریٰ) تم کچھ نہ جانتے
تھے۔ کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے۔ ووجدک
ضالا فہدیٰ الآیہ۔ اور اللہ نے تم کو ناواقف راہ پایا۔ پھر
تمہیں راستہ بتایا۔ آہ پھر مضمون کو طول دیا۔ مسائل

جلد اوّل صفحہ ۲۶-۲۷

افسوس کس عجیب پیرائے میں اسلام کے ایک بنیادی عقیدے عصمت انبیائے کرام کو توڑ رہے ہیں۔ اور حق تعالیٰ کے مقبول ترین خلائق کی تنقیص میں لگے ہوئے ہیں۔ شرک وغیرہ منازل جہل سے گذر کر غور و فکر اور صحیح استدلال کے ذریعے امر حق کو معلوم کرنا تو عام مومنوں کا شیوہ تھا۔ اور انبیائے کرام جناب کے نزدیک قبل نبوت عام جاہل مشرک انسانوں سے کچھ بھی امتیاز نہیں رکھتے تھے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت حق تعالیٰ عز و جل کے ارشاد اِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ط (جب کہ آئے اپنے رب کے پاس قلبِ سلیم لے کر) قلبِ سلیم کے معنے جناب کے نزدیک کیا ہوں گے۔ کیا اگر شرک کے تلویث اور نجاست کے بعد بھی قلب سلیم رہ سکتا ہے۔ تو پھر تو تمام مومنوں کے قلبِ سلیم ہیں۔ حضرت ابراہیم ع م کی کیا خصوصیت رہی۔ افسوس اگر جناب روحانیت میں بالکل کورے نہ ہوتے۔ تو یہ حقیقت تو محققین امت میں تسلیم شدہ ہے۔ کہ انبیائے کرام ابتداء پیدائش ہی سے اللہ تعالیٰ کے صحیح پہچان والے ہوتے ہیں۔ ان کے علوم و کمالات نہ غور و فکر کسب و استدلال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ نہ غیر حق کے مرہونِ منت ہوتے ہیں۔ بلکہ بذریعۂ الہام دئے ہوئے وہبی انعامات ہوتے ہیں۔

الہام کے معنے ہیں دل میں بلا واسطہ طبعی ذرائع کے کسی اچھی بات کا پیدا ہونا، چاہے بیداری میں ہو یا نیند میں البتہ بعد نبوت یہ وحی قطعی ہوتی ہے۔ اور قبلِ نبوت یا اولیائے کرام کی قطعی نہیں ہوتی۔ ۱۲ بیان القرآن

اگر کسب و استدلال ذریعۂ علم ہے۔ اور وحی ذریعۂ علم ہے۔ تو اولیائے کرام کے لئے الہام بھی ذریعۂ علم ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ انبیائے کرام قبلِ نبوت ولایت

کے اونچے مدارج میں ہوتے ہیں۔ اولیائے کرام کے اسی الہام پر بھی بجا بجا قرآن کریم میں وحی کا اطلاق آیا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر قبل نبوت کے انعامات میں حق تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّکَ مَا یُوْحٰٓی اَنِ اقْذِفِیْہِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْہِ فِی الْیَمِّ الآیہ الخ (اور وحی کی ہم نے آپ کی ماں کو جو کچھ وحی کی ہم نے کہ ڈال دو اس کو تابوت میں پھر ڈال دو تابوت کو دریا میں۔) اسی طرح وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْہِ ط (اور وحی کی ہم نے موسیٰ ع کی ماں کو کہ دودھ پلا اسے)

اسی طرح حضرت مریم سے جو جبریل امین کی گفتگو ہوئی ارشاد ہے ــــ فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْہَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَہَا بَشَرًا سَوِیًّا الخ الآیہ (پس بھیجا ہم نے اس کی طرف روح الامین جبریل کو متشکل ہوا بشر کی شکل میں۔) جب حسب اتفاق علمائے محققین عورتوں میں سے کوئی نبیہ نہیں ہوئی ہیں۔ تو پھر یہ وحی جو ام موسیٰ کو ہوئی یا یہ گفتگو جو حضرت مریم سے ہوئی اگر الہام نہیں تو کیا ہے۔ پس ثابت ہوا۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ انبیائے کرام کی تربیت قبل نبوت غیب سے بذریعہ الہام کے اور مرافقت ملائکہ کرام کے ہوا کرتی تھی۔ عام جاہل مشرک انسانوں سے ان کی کیا نسبت ۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۔

اللہ تعالیٰ نے جسے رسول بنانا ہوتا ہے۔ تو رسالت سے پہلے بھی باوجود شرکی ماحول اور جہالت کے اندھیر کے آئیندہ منصب نبوت کے تمام نامناسب عیوب و نقائص سے ان کی پوری حفاظت فرماتے ہیں۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ الآیۃ۔ سورۃ انعام (اللہ تعالیٰ اچھا جانتا ہے۔ جہاں رکھتا ہے اپنی رسالت کو)

رسالت جیسے شریف ترین منصب کے لئے شریف ترین اور پاک ترین ظروف بھی چنے ہوئے ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارے چودھویں صدی کے مفسر صاحب مقام ولایت کی حقیقت سمجھنے سے عاری ہیں۔ تا بہ مقام نبوت چہ رسد۔

حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کا ستارے کو ہٰذا ربی فرمانا قوم کے مقابلہ میں مناظرے کی ایک صورت تھی۔ مفسر صاحب نے سچ مچ دعویٰ ہی جان لیا۔

Marfat.com

اور صرف حضرت ابراہیم ع م نہیں بلکہ ہر طالب حق کی نسبت جس میں تمام انبیا شامل ہیں۔ ان منازل شرک سے گذرنے کو ناگزیر کہا۔ برا ہو خود رائی کا سچ کہا شیرازی نے
کفر ست دریں مذہب خود بینی و خود رائی۔

شرح عقائد نسفی میں ہے۔ انھم معصومون من الکفر قبل الوحی وبعدہٗ بالاجماع۔ (بیشک یہ انبیائے کرام وحی سے پہلے اور بعد کفر سے پاک ہوتے ہیں۔ اور اس پر امت کا اجماع ہے۔) علم کلام کی معتمد کتاب مسلم الثبوت اور اس کی شرح میں ہے۔ فالمتوارث من لدن آدم الی نبینا و مولانا اشرف الخلق محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لم یبعث نبی علیہ السلام قط اشرک باللہ طرفۃ عین وعلیہ نص الامام ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الفقہ الاکبر بحاشیہ نبراس ص۵۲۲ (حضرت آدم ع م سے ہمارے نبی خاتم الانبیاء برگزیدۂ خلائق تک یہی عقیدہ چلا آرہا ہے۔ کہ کوئی نبی ع م ایسا مبعوث نہیں ہوا ہے جس نے ادنیٰ لمحہ بھر بھی شرک کیا ہو۔ اسی پر تصریح فرمائی ہے حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فقہ اکبر میں۔)

اور اسی طرح بحر العلوم شرح مسلم الثبوت میں ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔
"اور کیسے معصوم نہ ہوں گے۔ اور وہ ولایت ہی کے رتبے میں پیدا ہوئے ہوتے ہیں۔ اور ان پر ایک لمحہ ایسا نہیں گذرتا ہے جس میں وہ حضرت حق جل وعلا کا مشاہدہ نہ فرماتے ہوں۔ اور ان کی ولایت باقی اولیاء کی ولایت سے قوی ہوتی ہے۔ کیونکہ اولیاء کی ولایت انہیں کی ولایت کے واسطے سے ہوا کرتی ہے۔ الخ
حاشیہ نبراس ص۵۲۳ " قاضی عیاض مالکی نے اپنی کتاب شفاء میں اس مقصد کو قوی دلائل سے ثابت کیا ہے۔

روح المعانی میں ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ علمائے محققین نے فرمایا ہے کہ یہ جائز نہیں ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی رسول ہو۔ اور اس پر ایسا کوئی بھی وقت آجائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانتا ہو یا موحد نہ ہو۔ بلکہ انبیائے کرام ہر وقت عارف اور موحد اور تمام ماسوا اللہ سے بری ہوتے ہیں۔ روح المعانی ج دوم ص۵۱۱

کیا جناب کی نظر سے قرآن پاک کی یہ آیت نہیں گذری۔ قل اننی ھدانی ربی الی صراط مستقیم دینا قیما ملۃ ابراہیم حنیفا وما کان من المشرکین الآیہ۔
(اے میرے حبیب کہہ دے کہ بیشک میرے رب نے مجھے سیدھے شاہراہ کی ہدایت

Marfat.com

دی ہے۔ جو دین قیمہ ملت ابراہیم ہے۔ اور نہ تھے آپ مشرکوں میں سے۔) جس کو قواعد عربیت سے ادنیٰ مس ہو تو وہ جانتا ہے۔ کہ عربی میں "ماکان" ماضی میں نفی استمراری کے لئے آتا ہے۔ کہ آپ ماضی میں کسی بھی لمحہ شرک میں مبتلا نہ ہوئے تھے۔ بزرگ ترین خلائق انبیائے کرام کی طرف ان الشرک لظلم عظیم ۔ بیشک شرک ظلم عظیم ہے۔ کی نسبت کرنے کے نتائج دنیا و آخرت دونوں میں منحوس ترین ہوا کرتے ہیں۔

نعوذ باللہ من شر الجھل والعمیٰ۔ اور حضور پرنور برگزیدۂ خلائق حسن مجسم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں مَاكُنْتَ تَدْرِي مَاالْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ کے ترجمے تم کچھ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے۔ اور ایمان کیا ہوتا ہے سے سلب ایمان بمعنے تصدیق وحدانیت کا مراد لینا یہ آپ ہی کے منحوس قلم کا حصہ ہے۔ امت مسلمہ کے اہل حق میں سے اس چودہ سو برس میں کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں ہوا ہے۔

اسی طرح سے وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى کے ترجمہ میں ناواقف راہ سے راہ توحید مراد لینا بھی کسی منحوس ترین خلائق کا حصہ ہو سکتا ہے۔

علمائے مفسرین نے کتاب سے مراد قرآن اور ایمان سے ان احکام شرعیہ کے تفصیلات پر ایمان لانا مراد لیا ہے۔ جو قرآن پاک میں نازل ہوئیں۔ اور بیشک نبوت سے پہلے نہ شرائع تھے۔ اور نہ شرائع کی تفصیلات پر ایمان لانے پر کوئی مکلف تھا۔ رہا توحید اور معرفت تو وہ جناب عصمت مآب ختمی مرتبت اور تمام انبیاء و مرسلین کا ذاتی خاصہ ہے۔ جو ان سے منفک ہو نہیں سکتا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وعلی من تبعھم الی یوم الدین۔

حضرات انبیائے کرام صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قبل نبوت مودودی عزت و احترام کا نمونہ تو ناظرین کرام ملاحظہ فرما چکے۔ اب بعد نبوت کے احترام کا بھی ایک نمونہ عرض کیا جاتا ہے۔ ارشاد ہے ـــــ

لیکن ان حضرات نے شاید اس پر غور نہیں کیا۔ کہ عصمت دراصل انبیاءؑ کی لوازم ذات سے نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے ان کو منصب نبوت کی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کرنے کے لئے مصلحتہً خطاؤں اور لغزشوں سے محفوظ فرمایا ہے۔ ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

حفاظت تھوڑی دیر کے لئے بھی ان سے منفک ہو جائے۔ تو
جس طرح تمام انسانوں سے بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے۔ اس
طرح انبیاء سے بھی ہو سکتی ہے۔ اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت
اٹھا کر ایک دو لغزشیں ہو جانے دی ہیں۔ تاکہ لوگ انبیاء کو خدا
نہ سمجھیں۔ اور جان لیں کہ یہ بھی بشر ہیں۔ تفہیمات حصہ دوم ص۴۳

پہلے تمہیداً چند معروضات ذہن نشین فرما لینا چاہیئے تاکہ مطلب میں آسانی ہو۔

ا۔ نبی اور رسول اللہ تعالیٰ عزوجل کی جانب سے تبلیغ رسالت پر مامور ایک انسان ہوتا ہے۔ نبوت اور رسالت اس کی صفات ہیں۔ تو انسان ذات اور نبوت اور رسالت صفات ہیں۔ اور رسول اور نبی ذات مع الوصف ہوگا۔

۲۔ حفاظت اور عصمت عربی کے دو الفاظ ہیں۔ حفاظت کے معنے کسی چیز کی نگاہداشت نظرداری۔ جیسے بھیڑ بکریوں میں خود اپنی حفاظت کا مادہ نہیں ہوتا ہے۔ تو چرواہا ان کی نظرداری اور حفاظت کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح بچوں کی چرندوں پرندوں کی نظرداری حفاظت ہے۔

انبیائے کرام کے سوا عام اولیا صلحاء کے نفوس اگرچہ ریاضتوں کے اثر میں ناجائز مالوفات کے تقاضا سے مہذب ہو چکے ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی خطرے سے باہر نہیں ہوتے۔ لہٰذا وہ اپنے نفوس پر پورا اعتماد نہیں فرماتے ہیں۔ اور ہر وقت ان کی نظرداری خود بھی کیا کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی امداد بھی ان کے ساتھ شامل حال ہوتی ہے۔ اس کیفیت کا نام حفاظت ہے۔ رہی عصمت اس کی تعریف میں محققین اہل علم نے فرمایا ہے۔ ھی عندنا ان لا یخلق اللہ فیھم ذنباً وعند الحکماء ملکۃ تمنع الفجور ۱۲ شرح مواقف۔ (عصمت اہل سنت والجماعۃ کے ہاں یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان میں گناہ پیدا ہی نہ فرماتا ہو۔ اور حکماء کے ہاں وہ ایک راسخ مضبوط نفسانی قوت کا نام ہے۔ جو بدکرداری سے مانع ہوتی ہے۔) بہر حال خواہ نفسانی راسخ قوت کا نام ہو یا اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری سے گناہ کے بالکل سرے سے ناقابلیت کا نام ہو۔ اس صفت کا نام عصمت ہے۔ ایسے شخص سے گناہ کا بالکل خطرہ

Marfat.com

ہی نہیں ہوتا ہے عصمت ناقابلِ شکست ترفّع عن الذنوب کا ہی نام ہے۔ معصوم کسی کی نظرداری کا محتاج نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ وہ اوروں کی نظرداری کرنے والا ہوتا ہے۔ نبی اور گناہ کی نسبت جیسے آگ اور پانی کی نسبت ہے۔

بیشک کتاب و سنت میں ذنوب اور عصیان کا نام انبیاء کرام کی نسبت استعمال ہوا ہے۔ لیکن باتفاق علماء ان سے مراد وہ لغزشیں ہیں۔ جن پر قانونی گناہ کا اطلاق نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ ان کے مقامات رفیعہ کے تناسب سے ذنوب شمار کئے جاتے ہیں۔ نہ یہ کہ وہ عام گناہوں جیسے شرعی مستحقِ سزا گناہ ہوں۔ مثلاً اگر عام امراء میں سے کسی کو وزیر بنا لیا جائے۔ تو یہ اس کی ترقی ہو گئی۔ لیکن اگر بادشاہ کو وزیر بنا لیا جائے تو یہ تنزل سمجھا جاتا ہے۔ ہر مرتبے کے آداب اور تقصیرات کی نوعیت الگ الگ ہوتی ہے۔ حسنات الابرار۔ سیئات المقربین۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ؕ جس کسی نے رسول کی تابعداری کی اس نے اللہ تعالیٰ کی تابعداری کی۔ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی ؑ کے مختلف حالتوں میں سے کسی بھی حالت کا استثنا کئے بغیر مطلق اطاعت اور اتباع کے لئے فرمایا ہے۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام کی ہر ادا کی اتباع ہمارے لئے عبادت ہے۔ کسی حالت کا نامقبول ہونا یا غلط ہونا یا نعوذ باللہ گناہ ہونا محال ہے۔ بلکہ ان کی ہر ادا مقبول حق ہے۔

رہا وہ نکتۂ لطیف جو ارشاد ہوا درحقیقت ہے تو غلیظ البتہ جناب مودودی صاحب انبیائے کرام کو غلط کار ٹھہرانے میں لطف محسوس کرتے ہوں گے۔ لہٰذا نکتے کو لطیف فرمایا ہے۔ لیکن ہے انتہائی نامعقول اور غلط کیونکہ کیا لغزشوں کے سوا کھانا، پینا، سونا، جاگنا، بیماری اور صحت یا باقی عوارض جسمانیہ جناب کے نزدیک بشریت کے اثبات اور الوہیت کی نفی کے لئے کافی نہ تھے۔ جو گناہ کے اندازے کی لغزشوں کی ضرورت رہی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کا قصداً اور ارادۃً حفاظت اٹھانا اور ایک دو لغزشیں ہو جانے دینا۔ جناب کا یہ تصور اللہ تعالیٰ جل وعلا کی نسبت اور اسی طرح انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت قطعاً غلط ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اور انبیائے کرام کی صحیح پہچان سے محرومی کا انجام کیا ہوتا ہے وہ سورج

Marfat.com

سے زیادہ روشن ہے۔ پھر لغزشوں اور غلطیوں کو اطلاقِ عام پر چھوڑنا جو کفر و شرک کو بھی شامل ہے۔ جو اجماعاً محال ہے۔ اور تبلیغ رسالت میں جھوٹ اور عام جھوٹ جو تمام اہل ملل و شرائع کے ہاں ناممکن ہے۔ کیونکہ معجزہ صدق کے لئے دلیل قطعی ہے۔ اسی طرح باقی کبائر عمداً سہواً قبل نبوت بعد نبوت سب کو شامل ہے۔ جو اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں اجماعاً ممنوع ہیں۔ لیکن جناب کے ہاں عام انسانوں جیسے انبیاء کرام کے لئے بھی یہ سب ممکن ہیں۔ بسوخت عقل زحیرت کہ این چہ بوالعجبی است۔ پھر کسی نہ کسی وقت کا لفظ بھی عام چھوڑا گیا۔ تاکہ ہر وقت یہ احتمال ہو سکتا ہو کہ شاید یہی وقت رفع حفاظت خداوندی اور لغزش کا ہو۔ یہ ہے جناب مودودی صاحب کی نظروں میں انبیاء علیہم السلام کا احترام ——

اعاذنا اللہ تعالیٰ من شر الضلال والعمیٰ۔

چوں خدا خواہد کہ پردۂ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

اور فرمایا :—

> قرآن و سنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے لیکن تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں۔ ان کے پڑھانے والے ایسے ہونے چاہئیں جو قرآن و حدیث کے مغز پا چکے ہوں۔ اسلامی قانون کی تعلیم بھی ضروری ہے۔ مگر یہاں بھی پرانی کتابیں کام نہ دیں گی۔ تنقیحات صـ ۱۱۴

اگرچہ حضرت کو پرانی کتابوں سے تو چڑ ہے، تفسیر، حدیث، اسلامی قوانین کے پرانے ذخائر پر اعتماد کرنا صحیح نہیں سمجھتے۔ شاید کسی نئے الہام یا وحی کے منتظر ہوں گے۔ یا ہو سکتا ہے کہ اپنی بے پناہ اجتہادی قوت کے ہوتے ہوئے الہام اور وحی سے بالکل بے نیاز ہی ہوں۔

لیکن یہ جو حضرت نے کتاب اللہ الحکیم کو جس کو اللہ تعالیٰ نے رُوحًا مِنْ اَمْرِنَا فرمایا ہے۔ یعنی تمام کتب منزلہ کا روح ہے۔ لب لباب ہے۔ کچھ مغز اور کچھ چھلکے مان لئے۔ لگر مودودی تنقید کے پیشِ نظر قرآن پاک میں بھی یہی تقسیم

Marfat.com

ہے۔ تو لازم ہے۔ کہ مغز قرآن کو چھلکوں سے الگ کر کے رکھ دیا ہوتا۔ تاکہ غلط فہمی نہ ہوتی۔

اور فرمایا:—

قرآن کے لئے کسی تفسیر کی حاجت نہیں۔ ایک اعلیٰ درجے کا پروفیسر کافی ہے۔ جس نے قرآن کا بہ نظر غور مطالعہ کیا ہو جو طرز جدید پر قرآن پڑھانے، اور سمجھانے کی اہلیت رکھتا ہو۔ تنقیحات ص۲۲۸ مطبوعہ ۷ر جون ۳۹ء

اور فرمایا:—

"احادیث کے پرانے ذخائر سب قابل تنقید ہیں۔ رسائل مسائل ص۲۴۳"

چونکہ قدیم تفاسیر کا معتمد علیہ ذخیرہ احادیث ہے۔ جو سب قابل تنقید ہے۔ اور بحالت موجودہ قابل اعتماد نہیں تو لہٰذا تفاسیر کا ذخیرہ بھی قابل اعتماد نہ رہا۔ اور فقہ تو پہلے سے جناب کے نزدیک انسانی قیاسات تھے۔ تو اب شریعت کا مصداق پھر کیا رہا؟ تمام موجودہ شریعت اسلامیہ مخدوش اور ناقابل اعتماد ہو گئی۔ اور جب اتنے بے شمار علماء و فقہاء مجتہدین کے کارنامے سب ناقابل اعتماد ہو گئے۔ تو جناب کی موجودہ تنقید اور بصیرت علمی اور اجتہادات پر پھر کیونکر اعتماد ہو سکے؟ کیا جناب کی ذات والاصفات ان تیرہ سو برس کے علماء فقہاء سے کچھ انوکھی ذات ہے؟ ایسے عام اندھیرے کے موقعہ پر تو نئی نبوت اور وحی کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ جس کی راہ حضرت ختمی نبوت کے بعد اجماعاً مسدود ہی ہے۔ اور اگر یہ صحیح مان لیا جائے کہ اعلیٰ درجے کے گریجویٹ پروفیسروں کے لئے کسی تفسیر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ باوجود عربی نہ جاننے کے بھی صرف انکا بہ نظر غائر مطالعہ کافی ہوتا ہے۔ تو اس کے تو معنے یہ ہوئے کہ انہیں معلم اول رسول پاک کی تعلیم کی بھی ضرورت نہیں ہوگی یہ بذات خود قرآن فہمی کے لئے کافی ہوں گے۔

یا یہ کہ قدیم مفسروں کی روایتی تفسیروں کی بجائے آج کل کے جدید پروفیسروں کی تفسیر بالرائے ہی صحیح ہوگی۔ کیونکہ زمانہ کے مطابق ہوگی۔ لیکن ایسی تفسیر کا ٹھکانہ تو رسول پاک نے جہنم ہی ارشاد فرمایا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ۔

Marfat.com

من فسر القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النار الحدیث۔ (جس کسی نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی تو اپنی جگہ دوزخ میں پکڑے۔ ۱۲)

سورۂ اعراف میں آیۂ فَاِذَا ھِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِکُوْنَ۔ کے ذیل میں فرماتے ہیں :—

" وہ ان کے اس جھوٹے طلسم کو نگلتا چلا گیا۔"

پھر تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :—

" یہ گمان کرنا صحیح نہیں ہے۔ کہ عصا ان لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گیا جو جادوگروں نے پھینکی تھیں۔ اور سانپ، اور اژدہے بن کر نظر آرہی تھیں۔ قرآن جو کچھ کہہ رہا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ عصا نے سانپ بن کر ان کے اس طلسم فریب کو نگلنا شروع کر دیا۔ جو انہوں نے تیار کیا تھا۔ اس کا صاف مطلب یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سانپ جدھر جدھر گیا۔ وہاں سے جادو کا اثر کافور ہوتا چلا گیا جس کی بدولت لاٹھیاں اور رسیاں سانپوں کی طرح لہراتی نظر آتی تھیں اور اس کی ایک ہی گردش میں جادوگروں کی ہر لاٹھی لاٹھی اور ہر رسی رسی بن کر رہ گئی۔ (تفہیم القرآن ص۶۹)

عربیت کا یہ عام قاعدہ ہے۔ کہ جب تک کسی لفظ کے حقیقی معنے متعذر یا متروک نہ ہوں یا حقیقی معنے کے چھوڑ دینے کیلئے کوئی مرجح نہ ہو۔ اسوقت تک لفظ کو اپنے حقیقی معنوں ہی میں استعمال کیا جائے گا۔ یہاں پر قرآن کریم نے حضرت موسیٰ کے اس شہرۂ آفاق معجزے کا ذکر فرمایا ہے۔ جب فرعون نے ملک بھر کے جادوگروں کو حضرت موسیٰ کے مقابلے کیلئے بلایا اور انہوں نے لاٹھیوں اور رسیوں سے بے شمار سانپ بنا کر میدان کو بھر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ اپنے عصا کو پھینک دو۔ پھینکنے کے ساتھ وہ عصا اژدہا بن کر تمام سانپوں کو نگل گیا۔ چونکہ یہاں پر مقصد ایک اہم معجزے کا بیان ہے۔ اور معجزہ تو خلاف عادت مستمرہ ہوا ہی کرتا ہے۔ اس بنا پر معنی حقیقی کے اعتبار سے آیتوں کا ظاہر مطلب یہی نظر آتا ہے۔ کہ اس میدان حق و باطل میں جب موسیٰؑ علیہ السلام نے عصا کو میدان میں پھینکا تو اس نے حقیقۃً " اژدہا بن کر جادوگروں کے سانپوں کو

Marfat.com

حقیقۃً نگل گیا تھا۔ جیسا کہ عام مفسرین نے "لقف" کی تفسیر۔ سرط اور بلع لقمہ در دہان بردن سے فرمائی ہے۔ اور عام ظاہری حقیقی معنے لے لئے ہیں حیرت ہے۔ کہ جناب کو کیا مجبوری لاحق ہوئی ہے۔ کہ کلام الٰہی میں اپنی رائے کو دخل دے کر تمام مفسرین امت سے ایک الگ راستہ بلا دلیل لے رہے ہیں؟ آخر کیوں۔ کیا مجبوری پیش آئی۔ کیا معجزے عام عقول کو عاجز کرنے والے نہیں ہوتے؟

اسی طرح سے "وَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیْنَ" کی تفسیر میں جہاں عام مفسرین نے خَرُّوْا سَاجِدِیْنَ۔ سے تفسیر کیا ہے۔ کہ ساحر سچ مچ سجدے میں گر پڑے وہاں پر بھی جناب فرماتے ہیں کہ :۔

"اور جادوگروں کا یہ حال ہوا۔ کہ گویا کسی چیز نے اندر سے انہیں سجدے میں گرا دیا۔"

یعنی لفظ "گویا" اور "اندر سے" لاکر کلام اللہ کے حقیقی مطلب کو مسخ کر کے کہاں سے کہاں سے جا کر نکل گئے۔ یعنی ساحروں نے حقیقۃً سجدہ نہ کیا تھا۔ بلکہ وہ اتنے شرمندہ ہوئے گویا کہ انہیں اندر سے یہ معلوم ہو رہا تھا۔ کہ کسی نے ان کو سجدے میں گرا دیا۔ کیا عجیب خود ساختہ تفسیر ہے۔ اگر معنوی تحریف یہ نہیں تو پھر کیا ہوگی؟ معلوم نہیں کہ جناب کو ہر کہیں معنے حقیقی چھوڑ کر ٹیڑھا مطلب لینے میں کیا مزا آتا ہے۔ اور بلا ضرورت اللہ تعالیٰ کے کلام جلیل میں اپنی رائے کو دخل دینے سے کیوں شرماتے نہیں۔ حالانکہ حضورؐ کا صاف ارشاد ہے ۔ مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَاْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ (جس کسی نے قرآن پاک کی تفسیر اپنی رائے سے کی وہ آگ میں اپنا ٹھکانا بنالے ۱۲)

حافظ شیرازیؒ نے کیا خوب فرمایا ؎

خود بینی و خود رائی در مذہب رنداں نیست
کفر است دریں مذہب خود بینی و خود رائی

سورۂ اعراف کے آخر میں سجدۂ تلاوت کے متعلق فرمایا :۔

"اس سجدے کے لئے جمہور انہی شرائط کے قائل ہیں۔ جو نماز کی

Marfat.com

شرطیں ہیں۔ یعنی باوضو ہونا۔ قبلہ رخ ہونا۔ نماز کی طرح سجدے
میں زمین پر سر رکھنا۔ لیکن جتنی احادیث سجدۂ تلاوت کے باب
میں ہم کو ملی ہیں، ان میں کہیں ان شرطوں کے لئے کوئی دلیل
موجود نہیں۔ ان سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آیت سجدہ سُن کر
جو شخص جہاں جس حال میں ہو جُھک جائے۔ خواہ باوضو ہو یا
نہ ہو۔ خواہ استقبال قبلہ ممکن ہو یا نہ ہو، خواہ زمین پر سر رکھنے
کا موقعہ ہو یا نہ ہو۔ (تفہیم القرآن جلد دوم ص ۱۱۶)

سجدۂ تلاوت وہ سجدہ ہے۔ جو قرآن پاک کی چودہ مختلف آیتوں میں سے کسی ایک آیت کے تلاوت کرنے یا سن لینے سے لازم آتا ہے۔ اور سجدہ کی حقیقت آج تک یہی سمجھا گیا ہے۔ کہ تعظیم کی غرض سے پیشانی زمین پر رکھ دی جائے۔ اور یہ بھی تسلیم شدہ قاعدہ ہے کہ جب تک ناممکن یا بالکل متروک الاستعمال نہ ہو تو ہر لفظ سے صرف معنی حقیقی ہی مراد لئے جائیں گے۔ اب جناب نے جو تمام امت کے برخلاف سجدے کے معنے صرف جُھک جانے کے لئے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم سجدے کا ہے۔ اور سجدے کی حقیقت پیشانی زمین پر رکھنا ہے۔ کیا تفسیر بالرائے اور من گھڑت تحریف معنوی نہیں ہے۔

اور چونکہ سجدہ تلاوت سجدہ ہے، عبادت ہے۔ اجزائے نماز میں سے ایک جزو اہم ہے۔ شرعاً واجب ہے۔ لہٰذا لازم ہے۔ کہ جو شرائط اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نماز کے لئے ارشاد فرمائے ہیں، وہی شرائط نماز کے ہر ہر جزو کے لئے بھی ہوں۔ جیساکہ نماز بلا شرائط وضو وغیرہ باطل ہے۔ تو سجدہ بھی جو جزو نماز ہے، بلا شرائط باطل ہی ہوگی۔ اسی بناء پر تمام فقہائے اسلام اور ائمہ مجتہدین نے سجدۂ تلاوت کے لئے شرائط نماز کو معتبر فرمالیا ہے۔ اور حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک سجدۂ تلاوت بہ شرائط نماز ادا کی گئی ہے۔ ہاں چونکہ تلاوت کرتے ہی فوری طور پر سجدہ واجب نہیں ہے۔ لہٰذا اگر شرائط ادا میں کمی ہو تو دوسرے وقت پر چھوڑ دینا جائز ہے۔ لیکن بالکل شرائط سے انکار کرنا ایک اجماعی مسئلے کو بلا دلیل ٹھکرا دینا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک

Marfat.com

کیا یہ بھی کوئی دلیل ہے۔ کہ جو بات جناب کو نہ ملے تو وہ ہوگی ہی نہیں۔ یا جناب کسی بات کو نہ سمجھے تو واقعی باطل ہوگی۔ تکبّر کے لئے بھی کوئی اندازہ تو ہو۔

مصارف زکوٰۃ کی تفسیر میں فرمایا :-

"ہمارے نزدیک حق یہ ہے۔ کہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ قیامت تک کے لئے ساقط ہو جانے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ آ ۔ ۱۲۔ تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ ۲۰۷

ناظرین حضرات کو اس لفظ "ہمارے نزدیک" سے یہ دھوکہ نہ لگے۔ کہ جناب مولانا اسلام کے کسی معتبر اور تسلیم شدہ مذہب کی نمائندگی فرما رہے ہیں۔ بلکہ اس "ہمارے" سے مراد ہمیشہ جناب مولانا اپنی ہی ذات نادر الصفات سے لیا کرتے ہیں۔

یہاں بھی واقعہ یہ ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی کے عہد مبارک میں باوجودیکہ اقامت دین اور اتباع سنت نبوی میں صحابۂ کرام حد سے زیادہ حریص ہوتے تھے۔ پھر بھی مصارف زکوٰۃ میں سے مؤلفۃ القلوب (یعنے وہ لوگ جو باوجود زکوٰۃ لینے کے کسی طرح اہل نہ ہونے کے صرف اسلام کے ابتدائی ضعف کی وجہ سے مصلحۃً اللہ تعالیٰ نے ان کا حصہ لگا دیا تھا۔) کا حصّہ بہ اجماع جمیع اصحاب کبار رحمہم اللہ تعالیٰ ساقط تسلیم کیا گیا۔ اور صحابۂ کرام کا اجماع باتفاق تمام ائمہ اسلام حجت قطعیہ ہے۔ جس سے انکار کا کفر ہونا بھی اجماعاً تسلیم شدہ ہے۔ لیکن جیسا کہ جناب کا عام معمول ہے۔ یہاں بھی صحابۂ کرام کے اجماع سے انکار فرماتے ہوئے امت محمدیہ سے ایک الگ راستہ لینا پسند کیا۔ حالانکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد سے لے کر آج تک کوئی بھی اس قول کا قائل نہیں ہوا ہے۔

سورۂ مومنون کی آیت وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ ط (اور کامیاب ہیں وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں سوا اپنی بیویوں اور باندیوں کے) کی تفسیر میں فرمایا :-

"بعض لوگوں نے متعہ کی حرمت بھی اس آیت سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے۔ کہ ممتوعہ عورت

Marfat.com

نہ تو بیوی کے حکم میں ہے۔ اور نہ لونڈی کے حکم میں۔ لونڈی تو ظاہر ہے۔ کہ وہ نہیں ہے۔ اور بیوی اس لئے نہیں ہے۔ کہ زوجیت کے لئے جتنے قانونی احکام ہیں۔ ان میں سے کسی کا بھی اس پر اطلاق نہیں ہوتا۔ وہ نہ مرد کی وارث ہوتی ہے۔ نہ مرد اس کا وارث ہوتا ہے۔ نہ اس کے لئے عدت ہے نہ طلاق نہ نفقہ نہ ایلاء نہ ظہار نہ لعان وغیرہ۔ بلکہ چار بیویوں کے مقررہ حد سے بھی وہ مستثنےٰ ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ یہ آیت تحریم متعہ کے بارہ میں صریح بھی نہیں۔ اور اس سے تحریم پر استدلال ان ثابت شدہ احادیث کے بھی خلاف ہے۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے فتح مکہ تک جائز رکھتے رہے ہے۔ لہٰذا متعہ کی حرمت قرآن کے کسی صریح حکم پر مبنی نہیں بلکہ سنّت پر مبنی ہے ۔۔۔۔۔۔ اور متعہ کو مطلقاً حرام قرار دینے یا مطلقاً مباح ٹھیرانے میں سنیوں اور شیعوں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس میں بحث و مناظرہ نے بیجا شدت پیدا کر دی ہے۔ ورنہ امرِ حق معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ انسان کو لبا اوقات ایسے حالات سے سابقہ پیش آجاتا ہے جس میں نکاح ممکن نہیں ہوتا۔ اور وہ زنا یا متعہ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں زنا کی نسبت متعہ کر لینا بہتر ہے۔ مثلاً فرض کیجئے کہ ایک جہاز سمندر میں ٹوٹ جاتا ہے۔ اور ایک مرد و عورت تختے پر بہتے ہوئے ایک سنسان جزیرے میں جا پہنچتے ہیں۔ جہاں کوئی آبادی موجود نہ ہو۔ وہ ایک ساتھ رہنے پر مجبور ہیں۔ اور شرعی شرائط کے مطابق ان کے درمیان نکاح بھی ممکن نہیں ہے۔ ایسی حالت میں ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ باہم خود ہی ایجاب و قبول کر کے اس وقت تک کے لئے عارضی نکاح کر لیں۔ جب تک وہ آبادی

Marfat.com

میں نہ پہنچ جائیں۔ کم وبیش ایسی ہی اضطراری صورتیں اور بھی
ہو سکتی ہیں۔ متعہ اسی طرح کی اضطراری حالتوں کے لئے ہے
------ یہ جواز مجامعت اضطرار اس ابدی حرمت کے
خلاف نہیں ہے۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ
ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے مردار کا بحالت اضطرار کھا لینا اس
ابدی حرمت کے خلاف: جو قرآن سے ثابت ہے ---
رسالہ ترجمان القرآن ج ۱۴ ع ۶ اگست ۱۹۵۵ء

خلاصہ یہ کہ آپ کے خیال میں متعہ کی حرمت قرآن سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ سنت پر مبنی ہے۔ اور حرمت کے باوجود حالت اضطرار میں متعہ کی اجازت بدستور باقی ہے۔ جیسے مردار کا کھا لینا اس حالت میں جائز ہوتا ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے۔ جناب والا آیت مذکورہ بالا کو تحریم متعہ میں صریح نہیں سمجھتے ہیں۔ حیرت ہے۔ آپ کے نزدیک آخر صریح کے معنے کیا ہیں؟ جب آپ یہ مانتے ہیں۔ کہ ممتوعہ عورت نہ بیوی ہے نہ باندی بلکہ ان دونوں کے ماسوا ہے۔ اور ماسوا کے لئے اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ (جنہوں نے ان دونوں کے ماسویٰ کا طلب کیا وہ ظالم ہیں۔) پھر اس سے زیادہ صریح آیت کیسی ہو گی۔ کیا یہ الفاظ قرآنی نہیں؟ یا اپنے مدلول میں نص نہیں ہیں؟

اور پھر آپ کا یہ خیال شریف کہ جو تحریم سنت پر مبنی ہو وہ قرآنی تحریم سے کم درجے کا ہوتا ہے۔ اس لئے متعہ کی حرمت کچھ خفیف درجے کی حرمت ہو گی؟ اس کا منشا سوائے قلت علم اور غرور پندار کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

برین عقل و دانش بباید گریست

کیا مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (جس نے تابعداری رسول کی کی اس نے تابعداری اللہ کی کی) آیت قرآنی نہیں ہے؟ اس آیت کی رو سے کیا رسول شارع نہیں ہوتا ہے؟

رہا جناب کا وہ امر حق یعنی کسی سنسان جزیرے یا مقام میں کسی حرام عورت کو

Marfat.com

دیکھ کر کسی کا متعہ کے لئے مجبور و مضطر ہو جانا۔ یہ تو میرے خیال میں انسانی شرافت کے لئے کیا کہوں کہ کتنا باعث شرم و خجالت ہے۔ چہ جائیکہ صحابۂ کرام کی جانب اس کی نسبت ہو اور حلال بھی سمجھا جائے۔ سچ فرمایا مولانا رومؒ نے

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکین بود

حقیقت اگر گوش گزار کرنا گوارا ہے تو وہ وہی ہے۔ جو علامہ آلوسی نے روح المعانی میں فرمایا ہے۔ ترمذی اور بیہقی اور طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے:۔

كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ كَانَ الرَّجُلُ يَقْدَمُ الْبَلْدَةَ لَيْسَ لَهُ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ بِقَدْرِ مَا يَرَىٰ أَنَّهُ مُقِيمٌ فَتَحْفَظُ لَهُ مَتَاعَهُ وَتُصْلِحُ لَهُ شَأْنَهُ حَتَّىٰ نَزَلَتِ الْآيَةُ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَكُلُّ فَرْجٍ سِوَاهُمَا حَرَامٌ۔

متعہ ابتدائے اسلام میں تھا۔ کہ کوئی آدمی کسی شہر میں نووارد ہو کر آجاتا اور جان پہچان والا کوئی نہ ہوتا تھا۔ تو کسی عورت سے نکاح کر لیتا تھا۔ جتنے دن وہاں رہنے کی نیت ہوتی تھی۔ تو وہ اس کے سامان کی حفاظت کرتی تھی اور ضروریات خانگی میں معین ہوتی تھی۔ پھر آیت حرمت نازل ہوئی تو اب ہر ایک عورت سوا بیوی باندی حرام ہے

اور علامہ حمازی سے نقل فرمایا ہے۔ کہ غزوۂ خیبر سے پہلے متعہ حلال تھا۔ پھر غزوۂ خیبر میں اس کو منسوخ کر کے حسب ضروریات محدود کر لیا گیا۔ پھر آیت اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ کے نزول کے بعد اس کو ابدی تحریم سے قیامت تک کے لئے حرام کر دیا گیا۔ یہاں سے چند باتیں معلوم ہوئیں یعنی یہ کہ متعہ کی قدیم حقیقت بھی غلبۂ شہوت سے مجبور ہو کر جماع نہ تھی بلکہ مختلف عائلی ضروریات سے لاچاری کی حالت میں کسی عورت سے صرف عارضی طور پر صحیح نکاح کرنے کا نام تھا۔ اس معنے کر کے نکاح بھی سورۂ مومنون کی آیت مندرجہ بالا کے نزول سے ابدی تحریم سے حرام ہو گیا تھا۔ یعنی عارضی طور سے موقت نکاح کو ممنوع قرار دیا گیا۔

Marfat.com

جناب مجتہد صاحب کا متعہ، کہ خالی جزیرہ یا کسی خالی مقام میں کسی عورت کو دیکھ کر کسی کا بیچارہ اور مجبور ہو کر شرعی شرائط کے بغیر عارضی نکاح کر لینا شریعت مطہرہ سے مذاق کرنا نہیں تو کیا ہے۔ حلال اور حرام میں فرق تو انہیں شرائط ہی سے تھا۔ لیکن برا ہو اندھے اجتہاد کا۔

رہی حالتِ اضطرار کی بات۔ پہلے تو تحریم مؤبّد تا روزِ قیامت کے بعد یہ بات ہی فضول ہے۔ کیا ایسی حالت اضطرار میں اپنی ماں بہن سے بھی اختلاط جائز ہوگی۔ اگر نہیں تو وجہ فرق کیا ہے۔ پھر حالت اضطرار بھی بھوک پیاس میں تو البتہ معقول ہے۔ کیونکہ کچھ عرصہ بھوکے پیاسے رہنے سے زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اور جان بچانے کے لئے کسی حرام چیز کا کھا لینا حلال ہوتا ہے۔ لیکن جنسی مقتضیات سے زندگی کا خطرے میں پڑ جانا یہ آج ہی سُنا۔ شاید اپنے حضراتِ صالحین و صالحات کی حالت کا جناب کو کوئی خاص تجربہ ہو۔ لیکن ہر سلیم العقل انسان یہ جانتا ہے۔ کہ بھوک پیاس میں ارادے کو دخل نہیں ہوتا وہ طبعی قوانین کے ماتحت بلا ارادہ ہر انسان کو مجبور کر دیتے ہیں۔ اور جنسی تقاضا کی صورت ایسی نہیں ہوتی وہاں اگر خیالات فاسد نہ ہوں اور قوتِ ارادی مضبوط ہو تو غلبۂ شہوت سے زندگی خطرے میں نہیں پڑتی تاکہ زندگی کو بچانے کے لئے وہ حالتِ اضطرار پیدا ہو سکے جس سے شرعی حرام اشیاء حلال ہو جاتی ہیں۔

یہ ہیں حضرت امیر الصالحین والصالحات کے وہ انوکھے اجتہادات جن کی تنفیذ کے لئے جماعت اسلامی کو چنا گیا ہے۔ اور جن کو آج بڑے زور و شور کے ساتھ رواج دیا جا رہا ہے۔ اور جن کے بل بوتے پر آج جناب والا اپنے آپ کو اس آخری زمانے کے لئے مہدی بننے کا مستحق سمجھ رہے ہیں ؎

کس نیاید بہ زیرِ سایۂ بوم
در ہما از جہاں شود معدوم

Marfat.com

احادیث کے متعلق

مودودی کے خرافاتِ باطلہ کے چند نمونے

آئمہ حدیث جن کے کارناموں کو چودہ سو سال سے جناب مودودی صاحب سے ہزارہا درجے بڑھ کر محتاط اور صحیح نورِ بصیرت والوں اور اہلِ فراست ایمانی نے اچھی طرح سے پرکھا اور صحیح پایا ہے۔ اور اب وہ تمام کے تمام اصول تواتر سے منقّح اور قطعی راہِ ہدایت بن چکے ہیں۔ ان کی نسبت جناب فرماتے ہیں:۔

کلیتہً ان پر اعتماد کرنا کہاں تک درست ہے۔ بہرحال تھے تو انسان ہی۔ انسانی علم کے لئے جو حدیں فطرۃ اللہ نے مقرر کر رکھی ہیں۔ ان سے آگے تو وہ نہیں جا سکتے تھے۔ انسانی کاموں میں جو نقص فطری طور پر رہ جاتا ہے۔ اس سے تو ان کے کام محفوظ نہ تھے۔ ۱۲ تفہیمات جلد اول ص ۳۱۹

اور اسی مضمون کی اثنار میں خود کو مزاج شناسِ رسول سمجھ کر مزاج شناسِ رسول کے ذوق کو (ماشاء اللہ صرف ذوق کو) وہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور اقویٰ حجت تسلیم کر رہے ہیں جس کے ذریعے سے غیر معلل۔ غیر شاذ۔ متصل السند۔ مرفوع حدیث کو بھی صرف ذوق سے ساقط الاعتبار قرار دے سکتے ہیں۔ تو کیا اب یہی نہ سمجھا جائے گا کہ ائمۂ محدثین تو سب کے سب انسان تھے۔ انسانی فطری حدود سے آگے نہیں نکل سکتے تھے۔ لیکن جناب والا بذاتِ خود حدودِ انسانیت کو پھاند کر بہت کچھ

Marfat.com

آگے نکل چکے ہیں۔ جن کے صرف ذوق کے سامنے امت کے چودہ سو سالہ تحقیقات سب ہیچ ہیں۔ عہ تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

اور فرمایا :-

آپ کے نزدیک ہر اس روایت کو حدیث رسول مان لینا ضروری ہے۔ جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں۔ لیکن ہم سند کی صحت کو حدیث کی صحت کی لازمی دلیل نہیں سمجھتے۔ ہمارے نزدیک سند کسی حدیث کی صحت معلوم کرنے کا واحد ذریعہ نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہم یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ متن پر غور کیا جائے قرآن و حدیث کے مجموعی علم سے دین کا جو فہم ہمیں حاصل ہوا ہے۔ اس کا لحاظ بھی کیا جائے۔ رسائل مسائل جلد اول ص ۲۹۰

اور فرمایا کہ :-

یہ دعوے صحیح نہیں ہے۔ کہ بخاری میں جتنی احادیث درج ہیں۔ ان کے مضامین کو بھی جوں کا توں بلا تنقید قبول کرنا چاہئے۔ کسی روایت کے سنداً صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اس کا نفس مضمون بھی ہر لحاظ سے صحیح اور جوں کا توں قابل قبول ہو۔ ۱۲ (ترجمان القرآن بابت اکتوبر۔ نومبر ۱۹۵۲ء ص ۱۱۳-۱۱۷)

رسول پاک کی کوئی حدیث جن جن اشخاص کے ذریعے ائمہ حدیث کو مثلاً حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی ہو، ان اشخاص کے سلسلے کو سند حدیث کہتے ہیں۔ ائمہ حدیث ان اشخاص کے تمام حالات کو جانچتے ہیں۔ مثلاً قوت حافظہ اگر اتنا کمزور ہے۔ کہ عمر بھر میں ایک دفعہ کسی کا ایک لفظ نقل کرنے میں غلطی ثابت ہو جائے۔ تو اس کی تمام حدیثیں ضعیف سمجھی جاتی ہیں۔ اس طرح تمام سخت سے سخت شرطوں کے علاوہ اعلیٰ درجے کے پرہیزگاروں کے ذریعے سے جو حدیث پہنچتی ہے۔ اسی کو اپنی کتاب میں لے لیتے ہیں۔ پھر بعد کے دوروں میں بھی ہزاروں پڑھنے والے بڑے بڑے علماء نے ان کے سندوں کے ایک ایک شخص کو ٹٹولا۔ اور معتبر پایا ایسے بیشمار امتحانات اور تنقیدات اور چھان بین سے نکل کر اب ہمارے ہاتھوں

Marfat.com

ہیں احادیث کی چھ کتابیں ہیں، جن کو صحاح ستہ یعنی چھ صحیح کتابیں امت تسلیم کر چکی ہے۔ اور جب کوئی حدیث سلسلۂ سند کے اعتبار سے صحیح ثابت ہو جائے اور جس کو تمام پرکھنے والے نقادین نے صحیح تسلیم کیا ہو تو اس کے معنے سوائے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں۔ کہ وہ قطعاً ارشاد رسول اللہ ہوتا ہے۔ اب جو شخص صحیح قول رسول اللہ کو صحیح اور جوں کا توں قابل قبول نہ سمجھے اس کے لئے کوئی نام ناظرین خود ہی تجویز کر لیں۔

اور فرمایا:—

بنی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی وقت میں رسول بھی تھے۔ ایک انسان بھی تھے۔ ایک عرب بھی تھے۔ ایک خاص زمانے اور خاص اجتماعی ماحول کے رہنے والے بھی تھے۔ آپ کے ہر فعل میں خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی یہ سب حیثیتیں ایک ساتھ موجود تھیں۔ ان مختلف حیثیات کے مخلوط ہونے کی وجہ سے بسا اوقات یہ تمیز کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ کہ کسی فعل میں کونسا حصہ آپ کی حیثیت رسالت سے تعلق رکھتا ہے۔ تاکہ اسے حجت شرعی بنا لیا جائے۔ اور کونسا حصہ آپ کی دوسری حیثیات سے متعلق ہے۔ جو حجت شرعی نہیں ہے۔ اس سے زیادہ اختلاط حیثیات صحابۂ کرام کے افعال میں ہے۔ ۱۲ (تفہیمات حصہ دوم ص ۳۲۸)

عبارت مندرجہ بالا کا مطلب واضح ہے۔ کہ آپ کی مختلف حیثیتیں ہیں۔ اور ان میں سے حیثیت رسالت صرف حجت شرعی بنانے کے قابل ہے۔ باقی نہیں۔ اور اس کی بھی تمیز مشکل۔

اگر غرور اجتہاد سے جناب کے مشاعر بیکار نہ ہوئے ہوتے۔ تو اتنا ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔ کہ حضرت محمدؐ پاک نسل عرب میں سے ایک خاص ماحول میں ایک انسان اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول آئے تھے۔ تو یہ حیثیات ناقابل تمیز اور مشکل اور مختلف کیسے ہوئیں؟ بالفرض ہوں بھی تو جب اللہ تعالیٰ نے تمام حیثیتوں کی یکسر نفی فرمائی اور فرمایا۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ط۔ (نہیں ہیں محمدؐ مگر صرف رسول)

Marfat.com

تو حیثیتیں کہاں رہیں ؟ نیز خود آپ سے کفار کو یہ جواب دلوایا کہ ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ (میں تو پیامبر آدمی ہوں)

اسی طرح باوجود آپ کے ایک انسان ہونے ایک عرب ہونے حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ کے بیٹے اور حضرت ابراہیم اور طیب اور طاہر کے باپ اور حضرت حسنؓ اور حسینؓ کے نانا ہونے کے اللہ تعالیٰ کو آپ کے نبی اور رسول ہونے کے سوا اور حیثیتیں پسند نہ آئیں۔ اور تاکید سے نفی فرمائی۔ مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط (نہیں ہیں محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ بلکہ صرف رسول اللہ اور آخری نبی ہیں۔) پھر سورۂ احزاب میں امت کو ہدایت فرمائی۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ (البتہ ہے تمہارے لئے رسول اللہ صلعم کی اچھی پیروی)

جب اللہ تعالیٰ کی نظر میں آپ صرف رسول ہیں۔ اور امت کا وظیفہ رسول پاک کی مطلق پیروی ہے جب تک رسول پاکؐ نے خود نہ روکا ہو۔ تو پھر مودودی صاحب کو کیا ہوا ہے۔ کہ رسولؐ پاک کی مقدس زندگی کی ایک چوتھائی حصہ کو سند اور حجت مانتے ہیں۔ باقی تین چوتھائی حصوں کو سند اور حجت نہیں مانتے، اور وہ ایک بھی مشکوک، کیونکہ اس کی تمیز باقیوں سے آپ کے نزدیک مشکل ہے۔ کیا آپ کسی قسم کے مالیخولیا کے شکار تو نہیں۔؟

امت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ خصائص نبوت کے علاوہ آپ کی باقی تمام حرکات، آپ کا سونا، آپ کا جاگنا، آپ کا کھانا، آپ کا پینا، چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، غرضیکہ تمام اقوال افعال امت کے لئے علیٰ حسب مراتب حجت ہیں۔ براہین ہیں، طرق سعادت وہدایت ہیں، کچھ فرائض ہیں۔ کچھ واجبات ہیں۔ کچھ سنن مؤکدہ ہیں۔ کچھ سنن زوائد مستحبات ہیں۔ اور ان تمام مراتب کی تشخیص سے اور تفصیل کے ساتھ بیان کرنے سے فقہائے کرام سلف صالحین بحمد اللہ فارغ ہو چکے ہیں۔ اور انہیں تفصیلات کی پیروی کرنے سے قیامت تک اہل سعادت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے رہیں گے۔ رہے بعض واقعات جیسے تابیر نخل وغیرہ ہیں، وہاں تو خود حضورؐ کا ارشاد ثانی موجود ہے، لہٰذا وہ اتباع سے مستثنیٰ

Marfat.com

ہو گئے۔

بہرحال نصوص مذکورہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ آنحضرت کو انتزاعی اور منطقی طور پر آپ خواہ کسی حیثیت سے بھی دیکھیں۔ ہر حیثیت پر وصفِ رسالت ہی حاوی ہوگا۔

یہ کبھی نہ ہوگا۔ کہ آپ کسی خاص فعل یا عمل کے وقت (خاکم بدہن) وصفِ رسالت سے عاری ہوں۔ چنانچہ آپ جب سوتے تھے جب بھی رسول ہی ہوتے تھے۔ کھانا نوش فرماتے تھے جب بھی رسول ہی ہوتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ آپ بشر تھے۔ اور اپنے تمام بشری ضروریات بھی پوری فرماتے تھے۔ لیکن ان تمام احوال میں آپ رسول ہی ہوتے تھے۔ اور رسالت کا نور آپ پر بہمہ احوال طاری رہتا تھا۔ جس طرح قرص آفتاب کا آفتاب ہوکر نورِ محیط سے مجرد ہونا ناممکن ہے۔

اسی طرح وصفِ رسالت سے کسی حال میں آپ کو خالی پانا ناممکن ہے۔ اور آپ نے جو بھی کوئی عمل کسی حیثیت سے کیا ہے۔ وہ ایک بشر نے نہیں کیا۔ ایک عرب نے نہیں کیا، بلکہ ایک رسول نے کیا ہے۔ اور رسول کے جس کسی عمل کی بھی کوئی پیروی کرے گا، وہ ماجور و مثاب ہوگا۔ بشرطیکہ آپ کی طرف سے اس کی ممانعت نہ ہو۔ مثلاً آپ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے۔ اپنے جوتے اپنے ہاتھ سے سیتے تھے۔ کپڑے کو پیوند لگاتے تھے۔ وغیرہ۔ تو جس طرح نماز روزہ آپ کی سنت ہے۔ اسی طرح یہ تمام افعال بھی سنت ہی ہوں گی۔ اگر کوئی سنت سمجھ کر تین انگلیوں سے کھانا کھائے۔ یا کپڑے کو اپنے ہاتھ سے پیوند لگائے۔ تو اسے ثواب ملے گا۔ اور جو اس پر معترض ہوگا۔ وہ علی حسب مراتب مجرم ہوگا۔ اور اس کے مقابلہ میں آنحضرت کے یہ افعال عادیہ بطورِ حجتِ شرعی پیش کئے جائیں گے۔ یہ اور بات ہے۔ کہ آپ کے افعال عادیہ کی پیروی کا وجوب نہیں۔ اگر کوئی کرے گا ثواب پائے گا۔ نہ کرے گا تو گناہگار نہ ہوگا۔ بشرطیکہ معترض اور منکر نہ ہو۔

اسی غلط اور گمراہ کن اصول کے اثر میں جناب نے ڈاڑھی کے سنت ہونے سے انکار فرمایا ہے۔ بلکہ سنت سمجھنے کے خیال کو سخت قسم کی بدعت

Marfat.com

اور خطرناک تحریفِ دین لکھا ہے۔ اسی کتاب صراط مستقیم کا صفحہ ۸۹ ملاحظہ ہو۔ حالانکہ ارشادِ نبویؐ ہے۔ اَعْفُوا اللِّحٰی۔ (ڈاڑھیاں بڑھاؤ) اور عمر بھر ہمیشہ بلاکسی ایک دفعہ کی مخالفت کے بھی حضورؐ کا ایک قبضہ کے انداز سے پرعمل در آمد قطعاً ثابت ہے۔ بحر الرائق میں ہے۔ کہ اگر کسی بستی والوں نے سنتوں کی ادائیگی سے انکار کیا۔ تو ائمہ بخارا کا فیصلہ ہے۔ کہ بادشاہِ وقت ان سے لڑے جیسے فرائض کے ترک کرنے پر لڑا کرتے ہیں۔ عبداللہ ابن المبارک سے روایت ہے۔ کہ اگر کسی بستی والوں نے مسواک کے سنت ہونے سے انکار کیا تو ہم ان سے قتال کریں گے۔ جیسے مرتدین سے قتال کیا کرتے ہیں۔ خلاصہ میں اتنا اور بڑھایا۔ کہ یہ حکم حب ہے۔ کہ جفا اور بے دینی سے چھوڑیں اور اگر کسی سنت کو حق بھی نہ جانیں تو کافر ہو جائیں گے۔ اور یہ جو فرمایا ہے :۔

> جس طرح عام انسانوں سے بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے۔ اِس طرح انبیا سے بھی ہو سکتی ہے۔ اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں ہو جانے دی ہیں۔ تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھیں۔ اور جان لیں۔ کہ یہ بھی بشر ہیں ــــ تفہیمات حصہ دوم صہ ۴۳

مودودیانِ کرام فرمائیں کیا واقعی برگزیدۂ خلائق ذاتِ عصمت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین سے اللہ پاک ارادۃً کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھاتا بھی ہے۔ اور عام انسانوں جیسی غلطیاں کراتا بھی ہے۔ اور پھر وقت بھی نامعلوم۔ اور پھر انبیاء کرام کی ان لغزشوں کے انتخاب کی خدمت چودھویں صدی کے نابالغ مجتہدوں کے سپرد کی گئی ہے۔ کیا حضرت کے قوتِ اجتہاد اور کمال تنقید کے مصارف میں انبیائے کرام کی لغزشیں بھی شامل ہیں۔ معاذ اللہ۔ کیا یہی جناب کے ایمان و تصدیق کے ظلمانی انوار ہیں۔ کیا یہی قصرِ نبوت کی حمایت اور نصرت ہے ؟ یہی وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ کی عملی تفسیر ہے۔ کہ کبھی سند کے اعتبار سے حدیث رسول اللہ کو بے اعتماد ٹھہرایا جاتا ہے۔ کہ نقل کرنے والے انسان تھے۔ اور کبھی رسول پاک کی مبارک زندگی کو حیثیات کے ہیر پھیر میں لاکر

Marfat.com

کچھ حصّے کو حجت شرعی اور کچھ کو غیر حجت بنا کر پھر ان حیثیتوں میں تمیز کو بھی مشکل بنا کر رسولِ پاک کی شرعی نمائندگی کو مشکوک اور مشتبہ کر کے گرا دیا جاتا ہے۔ اور کبھی شرک جیسی غلیظ ترین نجاست اور کبھی عام انسانوں جیسی بھول چوک غلطیاں منسوب کر کے لغزشوں کی تہمت سے ان کی پاک معصوم زندگیوں کو داغدار کیا جاتا ہے ــــ نَعُوذُ بِاللّٰہِ من شر النفس الغرور۔

دستور جماعت اسلامی صـ۱۳ مضمون نمبر۶ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مستثنیٰ کر کے فرمایا کہ:۔

رسولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے وغیرہ ۔۱۲

ظاہر ہے لفظ رسول چونکہ واحد ہے۔ اگر تمام انبیاؑ و رُسُل مراد ہوتے تو صیغہ جمع کا استعمال کرتے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس فقرے میں رسولِ خدا سے صرف ذات پاک، حضرت ختم الرسل ہی مراد ہے۔ اسی بناء پر حضرت یونس اور حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہم السلام پر تنقید صفحہ ۵۶، ۵۷ پر ملاحظہ ہو۔ اور صحابۂ کرام وغیرہ سلفِ امت پر تنقید سے تو کتاب احیاء و تجدید دین بھری پڑی ہے۔ جن کا خلاصہ تحریر ہٰذا کے صفحہ ۹۷، ۹۸ پر ناظرین کے سامنے ہے۔ حالانکہ انبیائے سابقین اور صحابۂ کرام کا معیارِ حق ہونا قرآن پاک سے ثابت ہے۔ کہنے کے لئے تو جناب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو تنقید سے بالاتر تسلیم کیا۔ لیکن ناظرین کو ابھی ابھی معلوم ہوا ہے۔ جو صحیح بخاری شریف کے صحیح حدیث شریف کے مضمون کو بھی جوں کا توں بلا تنقید قابلِ قبول نہیں مانا ہے۔ اور جو فرمایا تھا۔ کہ احادیث کے پرانے ذخائر سب قابلِ تنقید ہیں۔ اور رسولِ پاک کی مبارک زندگی کو حیثیات کے ہیر پھیر میں ناقابلِ حجت بتایا تھا۔ اور اس طرح سے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دجال والی حدیث جو اس تحریر کے صـ۹۳ پر درج ہے۔ کی نسبت جو فرمایا ہے۔ کہ:۔

تمیم داری کے بیان کو حضور نے اس وقت غلط نہ سمجھا تھا۔ مگر کیا ساڑھے تیرہ سو برس تک اس شخص کا ظاہر نہ ہونا یہ ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں کہ وہ خبر غلط تھی۔ رسائل مسائل جلد اوّل صـ۵۷

Marfat.com

کیا یہ حضور کے ارشادات مقدسہ پر تنقیدات نہیں ۔؟

رسالہ دارالعلوم بابت مئی سنہ ۵۸ء میں جناب قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند مدظلہم العالی کا ایک مقالہ معیارِ حق کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام کے معیارِ حق ہونے کے متعلق جماعت اسلامی کے زعماء اور ارکین نے جو اپنے نظریہ میں تبدیلی کی ہے یعنی انبیاء علیہم السلام اور صحابۂ کرام کے معیارِ حق ہونے کو تسلیم کیا ہے۔ تو اب یہ مسئلہ متفق علیہا بن گیا ہے۔ اور یہ اختلاف ختم ہو گیا ہے۔ الحمدللہ العزیز۔

آگے ارشادِ گرامی کے اثناء میں فرمایا ہے :۔

> خدا کرے کہ ان دو مسائل معیاریت انبیاء اور معیاریت صحابہ
> کی طرح اس قسم کے بقیہ مسائل کا اختلاف بھی جو ابھی باقی ہے
> اور بعض امور میں اصولی رنگ لئے ہوئے ہے۔ اسطرح
> ختم یا کالعدم ہو جائے۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ

مذکورہ بالا ارشادِ گرامی کی نسبت شرائط ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرض ہے

اوّلاً یہ کہ جیسے نماز باجماعت میں کسی مقتدی کے حرکات کا اثر امام یا اور مقتدیوں پر نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہاں پر بھی اصل اعتبار امیرِ جماعت کے قول کا ہونا چاہیئے۔ باقی جتنے زعماء کے نام مضمون میں لئے گئے ہیں۔ ان کی حیثیت مقتدیوں کی ہے ان کا کوئی قول جماعت کا فیصلہ نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔ ہاں شخصی طور پر ان کی طرف سے البتہ قابلِ شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے امیرِ جماعت کو اور ہم کو اور سارے مسلمانوں کو صحیح صراطِ مستقیم کو قبول کرنے اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ثانیاً اگر امیرِ جماعت نے بھی رجوع کر لیا ہے۔ تو جس طرح انہوں نے اپنے غلط اقوال کی اشاعت فرمائی تھی۔ اسی طرح ان سے رجوع کرنے کا بھی اہتمام کے ساتھ اعلان کرنا چاہیئے تھا۔ پھر جب انہیں ایک مقام پر اپنی غلطی محسوس ہو گئی تو دوسرے مقامات پر بھی جن پر اہل علم کو اعتراض ہے۔ غور کرنا چاہیئے تھا۔ کہ ساڑھے تیرہ سو سال کے کروڑوں علماء حق نے جو راہ اختیار کی ہے۔ میں صرف تنہا اس سے ہٹ گیا ہوں۔ تو لامحالہ یہ سوادِ اعظم گمراہ نہیں۔ بلکہ میں ہی تلبیس ابلیس کا شکار ہوا ہوں گا

Marfat.com

اگر غور کرنے کے بعد بھی اپنی غلطی محسوس نہ ہوتی تب بھی حسب فرمان کتاب وسنت چونکہ نجات کا انحصار سواد اعظم ہی کی پیروی میں ہے۔ اپنے انحراف سے باز آتے تو وہ تفرقہ بھی جو آپ کی تحقیقات جدیدہ سے مسلمانوں میں برپا ہے۔ اور روز بروز بڑھتا جاتا ہے، مٹ جاتا۔ اور وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا ط پر بھی عمل ہو جاتا اور اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ۔ کے عتاب سے بھی برأت ہو جاتی۔ نیز ایسی غلطیوں کے سدباب کے لئے آئندہ اس قاعدہ مستمرہ پر عمل کرنا چاہیئے تھا کہ " فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ط (اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھو) اِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَال (ناواقفی کی شفا دریافت کرنے ہی میں ہے) نیز یہ بھی پیش نظر ہو کہ علم کی تھاہ نہیں، جو شخص جتنا بھی جانتا ہے۔ اس سے زیادہ جاننے والے بھی موجود ہوتے ہیں۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ط (ہر صاحب علم سے زیادہ علم والا ہوتا ہے) اگر چند انگریزی دانوں نے آپ کے مضامین کی داد دی تو اس سے غرور میں نہیں آنا چاہیئے تھا۔ ہر نئی تحقیق کی اشاعت سے پہلے مستند علماء سے بطور استفتاء مشورہ کر لینا مناسب ہوتا ہے۔ کیونکہ عوام کی تصدیق و مدح بے حقیقت ہوتی ہے ؎

بنمائے بہ صاحب نظرے گوہر خود را
عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

لیکن یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے۔ باوجود علمائے کرام کے چیلنج بر چیلنج کے حضرت ہیں۔ جو اپنی ہی ہانکے چلے جا رہے ہیں۔ اور وہی اپنا زہر ہلاہل اسلامی نظام کے خوشنما شیشوں میں نئے اجتہاد میں حل کیا ہوا رسول پاک کی بھولی بھالی امت کو پلائے جا رہے ہیں۔ اے کاش اگر ہمارے چودھویں صدی کے یہ صالحین حضرات کچھ تو خوف خدا رکھتے اور رسول پاک کی امت مرحومہ کو ایسا بے دریغ اور ایسی بے رحمی سے اپنے ذاتی اغراض کے لئے استعمال کرنے میں کچھ تو انصاف کا خیال کرتے۔ لیکن برا ہو بد قسمتی کا ائمہ ضلال اکیلے نہیں ڈوبا کرتے۔ بلکہ بہتوں کو اپنے ساتھ لے ڈوبتے ہیں ——— اَللّٰهُمَّ ———

Marfat.com

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ ٥

حضرت عرفجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سَيَكُوْنُ هَنَاتٌ وَهَنَاتٌ فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يُفَرِّقَ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَهِيَ جَمِيْعٌ فَاضْرِبُوْهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ۔ الحدیث رواہ مسلم۔ (رنگ برنگ کے شرور و فسادات ہوں گے۔ پس جب کسی نے یہ ارادہ کیا کہ امت میں تفریق ڈال دے۔ حالانکہ وہ ایک راہ ہدایت پر متفق ہوں تو اس کو تلوار سے مار ڈالو چاہے کوئی ہو۔) یہاں سے اللہ و رسول کے غضب اور غصے کا اندازہ لگا لیا جائے کہ تفریقِ امت سے رسول پاک صلعم کتنے ناراض ہیں۔

تعجب ہے۔ کہ عملاً تو خود حضرت ہیں جو اہل حق یعنی اہل السنت والجماعت کے شاہراہِ مستقیم کو چھوڑ کر ایک اپنی خود ساختہ شاہراہ کی بنیاد شریعت ہی کے نام سے رکھ کر امت محمدیہ کو جماعتِ اسلامی اور جماعتِ غیر اسلامی کے دو گروہوں میں بانٹ کر تفریق بین المسلمین کا پورا پورا حق ادا کر رہے ہیں۔ اور قولاً تفرق و تفریق کے مجرم اپنے مخالفین کو بتا رہے ہیں۔ سچ ہے۔ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

—— الغرض مرزائی حضرات اور پرویزی اور مودودی حضرات تینوں حریفوں نے یکے بعد دیگرے امتِ مرحومہ کو سلف صالحین کے نقشِ قدم سے بدگمان کرا کر مختلف رنگوں میں اپنے ساتھ لگانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن بحمد اللہ تعالیٰ علمائے حق کے ہوتے ہوئے ناکامی کے سوا اور کچھ نہ بن سکا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک نامراد ہی رہیں گے۔ وَاللّٰهُ الْحَفِيْظُ عَلٰى اُمَّةِ حَبِيْبِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

Marfat.com

ایک عجیب واقعہ

آج سے کچھ عرصہ پہلے جامع مسجد نوشہرہ چھاؤنی میں مودودی جماعت کا ایک جلسہ جمعہ کے دن قرار پایا تھا۔ جس میں اطراف وجوانب کے بہت سے افراد جمع کئے گئے تھے۔ اعلان عام بھی ہُوا تھا۔ بندہ نے خطبہ سے پہلے اپنی تقریر میں صرف تین باتوں کیطرف توجہ دلائی ۱۔ مودودی کا مذہب۔ ۲۔ ان کے جدید اجتہادات ۳۔ دجال سے انکار۔ مسلمانوں کا برادرانہ طرزِ عمل تو یہ تھا۔ کہ چند ایک باہم بیٹھ جاتے اور کسی مناسب سمجھوتہ پر پہنچ جاتے۔ لیکن علماء کے ساتھ مفاہمت کے لئے خود ابوالاعلیٰ صاحب مودودی آج تک تیار نہ ہو سکے تو ان کے پیروکار کیا تیار ہو جاتے۔ ملاحظہ ہو کتاب رسائل مسائل جلد دوم کے صفحہ ۱۵ پر ایک ہمدرد بزرگ نے مشورہ دیا ہے۔ جو تین صفحے کا مضمون ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :۔

دیوبند وغیرہ مقامات سے تحریک کے خلاف فتاویٰ شائع ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ پاکستان میں اہل علم کا بہت زیادہ طبقہ دیوبند سے وابستہ ہے۔ اور وہاں کے فتوے سے ان کا اثر پذیر ہونا بھی لازمی ہے۔ جس کا اثر تحریک پر بھی پڑ سکتا ہے۔ لہٰذا آپ ضرور مناسب طریقے سے اس کی مدافعت کیجئے۔

(مشیر صاحب نے لکھا ہے۔) کہ جواب در جواب کا سلسلہ بھی غلط ہے۔ اور سکوتِ محض سے بھی لوگوں کے شبہات قوی ہو جاتے ہیں۔ علی الخصوص حضرت مولٰنا حسین احمد صاحب مدنی

Marfat.com

حضرت مولانا اعزاز علی صاحب۔ حضرت مولانا محمد طیب صاحب۔
حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب۔ حضرت مولانا حفظ الرحمن
صاحب۔ حضرت مولانا احمد سعید صاحب۔ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب
حضرت مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب سے خط و کتابت کر کے
انہیں مشورہ دیں کہ اگر میرے متعلق یا جماعت کے متعلق کوئی استفتا
آپ کے سامنے آئے تو جواب دینے سے پہلے آپ مجھ سے اصل
حقیقت معلوم کر لیا کریں۔

جناب مودودی صاحب نے جو بے نظیر متانت اور سنجیدگی کے پیرائے میں
جواب دیا ہے وہ ملاحظہ ہو۔ ارشاد ہے :-

آپ کے مخلصانہ مشوروں کا بہت شکر گزار ہوں ممکن تھا کہ میں ان
مشوروں پر عمل بھی کرتا۔ لیکن اتفاق کی بات کہ آپ کا عنایت نامہ ملنے
کے دوسرے ہی روز ایک صاحب نے مجھے مفتی سعید احمد صاحب
کا مفصل فتویٰ جو کشف حقیقت کے نام سے چھپا ہے۔ بھیج دیا۔
اور اس کے ساتھ دو تین اور اشتہار بھی بھیجے جن میں مولانا کفائت اللہ
صاحب۔ مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی۔ مولانا اعزاز علی صاحب
اور منشی مہدی حسن صاحب کے فتوے درج تھے۔ ان تمام فتوؤں
کو دیکھنے کے بعد میری رائے بدل گئی۔ اب یہ حضرات اس مقام
سے گذر چکے ہیں۔ جہاں ان کو خطاب کرنا مناسب اور مفید ہو سب
سے زیادہ افسوس مجھے مولانا کفایت اللہ صاحب پر ہے کیونکہ میں
۳۲ سال سے ان کا نیاز مند ہوں۔ اور ہمیشہ ان کا احترام کرتا رہا ہوں۔
افسوس کہ انہوں نے بھی جماعتی عصبیت میں آنکھیں بند کر کے یہ
فتوائے تحریر فرما دیا۔ باقی دوسرے حضرات تو ان کے فتوے پڑھ کر
میں نے یہ محسوس کیا ہے۔ کہ جس وقت یہ فتوے لکھے جا رہے تھے
اس وقت خدا کا خوف اور آخرت کی جواب دہی کا احساس شاید ان
کے قریب بھی موجود نہ تھا۔ خصوصاً مفتی سعید احمد صاحب کے فتوؤں

Marfat.com

میں تو صریح بد دیانتی کی بدترین مثالیں پائی جاتی ہیں۔ جنہیں دیکھ گھن آتی ہے۔ (آگے فرماتے ہیں) آپ کو معلوم ہے کہ میں اس قسم کی تحریروں کا جواب کبھی نہیں دیا کرتا۔ لیکن اس کے ساتھ میرا یہ طریقہ بھی نہیں ہے کہ جو مجھے ٹھوکر مارے میں اس کے آگے سر جھکا دوں۔ یہ لوگ اگر دیانت اور سچائی کا ہتھیار لے کر حملہ آور ہوتے تو میں یقیناً ان کے آگے جھکتا۔ لیکن انہوں نے ہتھیار جھوٹ کا استعمال کیا ہے۔ اور حملہ آور ہونے میں دنارت (رذالت) کی راہ اختیار کی ہے۔ اس لئے میں ان کے ساتھ وہی طریقہ اختیار کروں گا۔ جو ایک شریف آدمی کو کرنا چاہیئے یعنی اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔ ۱۲ (لغو سے بے التفاتی کے ساتھ گزرتے ہیں۔)

یہ ہے وہ شرافت و متانت کا نمونہ جو جناب کی جانب سے زمانۂ حال کے اُن چوٹی کے بزرگوں کے ساتھ عمل میں آیا ہے۔ جس کی نظیر پیش کرنے سے آج کی دنیا قاصر ہے۔ یعنی قابلِ خطاب نہیں عصبیت میں مبتلا ہیں۔ بد دیانت ہیں۔ ناخدا ترس ہیں۔ دنارت کی راہ لئے ہوئے ہیں ؎

غرورِ زہد (علم) نے سکھلا دیا ستمگر کو
کہ بندگانِ خدا پر زبان دراز کرے

قدیم طرزِ عمل سیدھے سے بے غرض مسلمانوں کا یہ ہوتا تھا۔ کہ کسی بھی علمی نظریئے میں پہلے علمائے کرام سے باہم تصفیہ فرماتے تھے۔ پھر وہی مصدقہ فیصلہ عوام کے سامنے رکھتے تھے۔ اور یہ کہ مذہبی نظریات میں اختلاف کی صورت میں دلائل اور قوتِ استدلال سے قطع نظر کر کے۔ مکر و فریب اور چالاکی سے عوام کی اکثریت کو ساتھ ملا کر ان کی قوت سے خواص یعنی علمائے کرام پر دباؤ ڈال کر دنیا میں کسی کامیابی کے لئے راہ نکالنا صرف ملو کی سنت تھی۔ اور بس۔ جب بذاتِ خود حضرت کے ہاں علمائے کرام کی یہ قدر ہوئی تو پھر آپ کے صالحین حضرات سے برادرانہ مفاہمت کی کیا امید ہو سکتی تھی چنانچہ یہی ہوا کہ باوجود جلسہ کے اعلانِ عام ہونے کے سوالات کا کچھ جواب دئے بغیر جلسہ برخاست کر کے تشریف لے گئے ——— سوالات

حسب ذیل تھے۔

پہلا سوال امیر جماعت جناب مودودی صاحب کے مذہب کے متعلق تھا۔ کہ چار مذہبوں میں سے آپ کس مذہب کے پیروکار ہیں۔ اس کے جواب میں مودودیوں کی جانب سے عوام میں یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ کہ کسی ایک مذہب کی پیروی کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ ناجائز اور گناہ ہے۔ حالانکہ ابتداء میں حضور کی حیات میں تو امت کا مذہب صرف بحکم کتاب اللہ حضورؐ ہی کی پیروی تھی۔ پھر حضور نے ارشاد فرمایا کہ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اقْتَدَیْتُمْ اھْتَدَیْتُمْ۔ (میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ جس کسی کی پیروی کرو گے ہدایت، پاؤ گے۔) کیا خوب کہا کسی نے ؎

اصحابِ محمدؐ کی کیا شان ہے ان میں سے
ہر فرد ہدایت کا تارا نظر آتا ہے

اس بنا پر صحابۂ کرام ائمۂ ہدایت ٹھہرے۔ پھر بہ موجب ارشاد وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔ (وہ لوگ جنہوں نے اصحاب کرام کی اچھی پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی رہا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔) حضرات تابعین ائمہ تقلید بنے۔ جن میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ اگرچہ بہت سے تابعین ائمہ ہدایت ہوئے ہیں۔ لیکن اب عرصہ دراز سے ان چار مذہبوں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کے اصول و فروع کی صحت اور استناد پر امت کا اجماع ہوا ہے۔ یہی چار دانگ عالم میں مقبول ہو کر پھیل گئے۔ اصول کی صحت اور حقانیت کے ساتھ ان کا فروعی اختلاف بحکم حدیث شریف موجب رحمت ہے۔ انہیں کو اہل السنت والجماعت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تمام اولیائے کبار جو گنتی میں نہیں آ سکتے ہیں۔ انہی مذاہب کے ساتھ وابستگی کو فخر جانتے تھے۔ جس کسی کے دل میں ایمان کی ادنیٰ روشنی بھی ہوتی۔ تو اولیائے کبار کے قافلہ سالار حضرت غوث الاعظم پاک سیدی محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے ساتھ وابستگی کو تقلید کی صحت کے لئے اقویٰ سند مان لیتا لیکن بدقسمتی بری بلا ہے ؎

ہمہ شیران جہاں بستۂ این سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چساں بگسلد این سلسلہ را

Marfat.com

بحکم آیۂ پاک وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَہَنَّمَ ۖ (جو پیروی کرے مومنوں کے راستے کے سوا ہم دیں گے اس کو وہی راستہ اور پھینک دیں گے اس کو جہنم میں ۔۱۲) اور اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ ۔۱۲ (ایمان لاؤ جیسے ایمان لائے اور لوگ ۔) تمام علماء اور فقہا کا یہ متفقہ فیصلہ ہے ۔ کہ ان ائمہ ہدایت کی تقلید واجب ہے ۔ یہی سبیل المؤمنین (مومنوں کا راستہ) ہے ۔ جو بھی کوئی ان مذاہب حقہ سے منحرف رہنا چاہتا ہے ۔ وہ جماعت اہل حق اہل السنت والجماعت سے نکل رہا ہے ۔ العیاذ باللّٰہ العظیم ۔ چونکہ مودودی صاحب نے جابجا اپنے تصانیف میں صاف واضح طور سے یہ فرمایا ہے ۔ کہ میں حنفیت اور شافعیت کا پابند نہیں ہوں لہٰذا نتیجہ صاف ہے ۔ کہ انہیں امت محمدیہ کے جماعت اہل حق میں رہنا پسند نہیں ہے ۔

دوسرا سوال جناب کے اجتہادات جدیدہ کا تھا جس کے صرف دو نمونے اُس وقت پیش کئے گئے ۔

پہلا نمونہ وہ تھا جو انہوں نے شریعت اسلامیہ کے جلیل القدر بڑی بڑی ضخیم کتابوں "بدائع الصنائع" اور فتاوی "تاتارخانیہ" اور "کنز الدقائق" "ہدایہ" عالمگیری وغیرہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے :۔

آج کل ان کا زمانہ نہیں ہے ۔ اور ان کی پیروی سے نجات نہیں اور حقوق الزوجین صـ۱۲۵ ترجمان جون جولائی اگست ۱۹۴۱ء میں گمراہی اور لعنت تک کے الفاظ چسپاں کئے ہیں ۔

دوسرا نمونہ ڈاڑھی کا مسئلہ تھا ۔ کتاب رسائل مسائل میں جہاں حضرت سے ایک سائل نے مفصل سوال کیا ہے ۔ اور جناب نے بھی مفصل جواب دیا ہے ۔ ارشاد ہے :۔

اُسوہ اور سنت اور بدعت وغیرہ اصطلاحات کے ان مفہومات کو غلط بلکہ دین میں تحریف کا موجب سمجھتا ہوں جو بالعموم آپ حضرات کے ہاں رائج ہیں ۔ آپ کا یہ خیال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جتنی بڑی ڈاڑھی رکھتے تھے ۔ اتنی ہی بڑی داڑھی رکھنا سنت رسول یا اسوۂ رسول ہے ۔

Marfat.com

یہ معنے رکھتا ہے۔ کہ آپ عادات رسول کو بعینہٖ وہ سنت سمجھتے ہیں جس کے جاری اور قائم کرنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء مبعوث کئے جاتے رہے ہے۔ مگر میرے نزدیک صرف یہ نہیں کہ یہ سنت کی تعریف نہیں ہے۔ بلکہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس قسم کی چیزوں کو سنت قرار دینا اور پھر ان پر اصرار کرنا ایک سخت قسم کی بدعت اور ایک خطرناک تحریف دین ہے۔ ۱۲ رسائل مسائل جلد اول ص۳۰۷

افسوس امت محمدیہ کے نزدیک تو بالاتفاق سنت کی تعریف یہی ہے۔ ماصدر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر القرآن من قول ویسمی الحدیث او فعل او تقریر ۱۲۔ (یعنی جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہو۔ جو کچھ حضور کی عادت شریف ہو۔ قول ہو یا فعل ہو۔ یا کسی سے کچھ دیکھتے سنتے ہوئے منع نہ کیا ہو، سب علی حسب مراتب سنت اور حجت ہے۔) مگر تمام امت میں صرف مودودی صاحب ہیں جو بالفاظ خود چودہویں صدی کے بدقسمت مجتہد بنے ہیں۔ جن کے نزدیک عادات رسول کو سنت سمجھنا خطرناک تحریف دین ہے ۱۲ العیاذ باللہ اسی موضوع کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ :۔

مجھے سخت افسوس ہے کہ بڑے بڑے علماء خود حدود شرعیہ کو نہیں سمجھتے۔ اور ایسے فتوے دیتے ہیں۔ جو صریحاً حدود شرعیہ سے متجاوز ہیں۔ ڈاڑھی کے متعلق شارع نے کوئی حد مقرر نہیں کی۔ علماء نے جو حد مقرر کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ بہر حال ایک استنباطی چیز ہے۔ اور کوئی استنباط کیا ہوا حکم وہ حیثیت حاصل نہیں کر سکتا جو نص کی ہوتی ہے۔ کسی شخص کو اگر فاسق کہا جا سکتا ہے۔ تو صرف حکم منصوص کی خلاف ورزی پر حکم مستنبط کی خلاف ورزی فسق کی تعریف میں نہیں آتی۔ وغیرہ وغیرہ۔ رسائل مسائل حصہ اول صفحہ ۱۸۵، ۱۸۶

افسوس اور حیرت ہے۔ کیا حضرت استنباط کے معنے نہیں جانتے جو داڑھی کے حکم کو استنباط کہتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

Marfat.com

ارشادِ گرامی اُعْفُوا اللُّحیٰ (بڑھاؤ داڑھیاں) موجود ہے۔ کیا یہ نص صریح نہیں؟ کیا یہ وہ امر نہیں ہے۔ جو وجوب عمل کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔؟ کیا حضرت عبداللہ ابن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا تعامل نص نہیں ہے۔؟

بالغرض استنباط ہی سہی تو استنباطی حکم کی خلاف ورزی اگر فسق نہیں ہے۔ تو بتائیں پھر بھنگ اور کوکین کی حرمت کس نص سے ثابت ہے۔ اور اگر منصوص نہیں تو کیا ان کا کھانا گناہ نہ ہوگا؟ کیا یہ اجتہادی مالیخولیا نہیں ہے۔ سبحان اللہ ایک متفقہ اجماعی حرام سے کس بے باکی کے ساتھ انکار فرما رہے ہیں۔ صرف اس غرض کی خاطر کہ داڑھی منڈوں کی خوش اعتقادیاں مول لے سکیں۔ اور کیسے لفظ لفظ پر جہالت کو علم کا جامہ پہنا رہے ہیں۔ اَعوذ باللہ من الجھل والغوایۃ۔

تیسرا سوال دجال کے متعلق تھا۔ جہاں حضرت نے کسی سائل کو جواب دیا ہے کہ کانا دجال وغیرہ تو افسانے ہیں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ اس پر کسی سائل نے تنقید کی ہے۔ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا ہے:۔

> میں نے جس چیز کو افسانہ قرار دیا ہے وہ یہ خیال ہے کہ دجال کہیں مقید ہے۔ باقی میں کسی ایک بڑے الدجال کے ظہور کا قائل ہوں۔ لیکن حضور کو یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ کب ظاہر ہوگا۔ اور کہاں ظاہر ہوگا۔

صحیح مسلم میں جو تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکایت ہے۔ اس کے متعلق فرمایا:۔

> تمیم داری کے بیان کو حضور نے اس وقت غلط نہ سمجھا تھا۔ مگر کیا ساڑھے تیرہ سو برس تک اس شخص کا ظاہر نہ ہونا یہ ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں کہ وہ خبر غلط تھی۔ حضور کو اپنے زمانے میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد ہی میں ظاہر ہو جائے۔ لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضور کا اندیشہ قبل از وقت تھا۔ اس قسم کے معاملات میں نبی کے اندیشہ و گمان کا درست نہ نکلنا ہرگز منصب نبوت پر طعن کا موجب نہیں ہے۔ نہ ایسی چیزوں پر ایمان لانے کے لئے شریعت نے ہم کو مکلف کیا ہے۔ ۱۲۰
>
> رسائل مسائل جلد اول صفحہ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔

Marfat.com

فارسی میں مثال ہے۔ " بازی بازی بار لیش بابا ہم بازی " یہی حضرت ہیں جنہوں نے اپنی کتاب "تنقیحات" میں رسول کی نسبت فرمایا ہے۔ کہ :-

> پھر جب تم نے عقل سلیم کی مدد سے حق و باطل میں تمیز کر لی اور باطل کو چھوڑ کر حق پر ایمان لے آئے تو عقل کا امتحان اور اس کی تنقید کا کام ختم ہو گیا۔ ایمان لانے کے بعد فیصلہ کرنے اور حکم دینے کا اختیار عقل سے خدا اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کی طرف منتقل ہو گیا۔ اب تمہارا کام فیصلہ کرنا نہیں

اس طرح چل کر فرماتے ہیں ––

> تمہارا کام بہر حال اس کے آگے سر جھکانا ہے۔ کیونکہ جب تم نے خدا کو مان لیا رسول کو خدا کا رسول تسلیم کر لیا۔ اور یقین کر لیا کہ خدا کا رسول جو کچھ پیش کرتا ہے خدا کی طرف سے پیش کرتا ہے۔ اپنے دل سے گھڑی ہوئی کوئی بات پیش نہیں کرتا۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ اس یقین و اذعان کا عقلی نتیجہ یہ ہے۔ کہ تم خود اپنی عقل کے فیصلوں پر کتاب اللہ اور سنت رسول کے فیصلوں کو ترجیح دو۔ اور جو عقائد یا امر و نہی کے احکام خدا کی طرف سے خدا کے رسول نے بیان کئے ہیں۔ ان کو اپنی عقل اپنے علم اپنے تجربات یا دوسرے اہل دنیا کے افکار و اعمال کے معیار پر جانچنا چھوڑ دو۔ جو شخص کہتا ہے۔ کہ میں مومن ہوں اور پھر چون و چرا بھی کرتا ہے، وہ اپنے قول کی آپ تردید کرتا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ ایمان اور چون و چرا میں کھلا ہوا تضاد ہے۔ اس کو معلوم نہیں کہ ڈسپلن صرف ماننے اور اطاعت کرنے سے قائم ہوتا ہے۔ چون و چرا کا دوسرا نام انکار کی ہے۔ ۱۲۔ تنقیحات صفحہ ۱۸۴، ۱۸۵ مطبوعہ، جون ۳۹ء

اب پہلے حضرت تمیم داریؓ کی حدیث ملاحظہ ہو جس کو صحیح مسلم نے جو بعد کتاب اللہ کے اصح الکتب مانی گئی ہے۔ روایت کیا ہے۔ پھر حضرت کے ایمان و تسلیم اور چون و چرا میں کھلے تضاد کا موازنہ خود ہی فرما لیں۔ سچ کہا گیا ہے۔ دروغگو را حافظہ نباشد۔

Marfat.com

فاطمہ بنت قیس کی روایت ہے۔ فرماتی ہیں۔ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کو جو آواز دے رہا تھا۔ الصَّلٰوۃُ جَامِعَۃ" (نماز کے لئے جمع ہو جاؤ) تو نکلی میں مسجد کی طرف پس میں نے نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو منبر پر بیٹھ کر ہنس رہے تھے۔ اور فرمایا کہ ہر کوئی اپنی جگہ بیٹھا رہے۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو؟ کہ کس واسطے میں نے تم کو جمع کیا ہے۔ حاضرین نے کہا اللہ و رسولؐ خوب جانتا ہے۔ فرمایا قسم اللہ تعالیٰ کی نہیں جمع کیا میں نے تم کو کسی چیز دینے کے لئے یا کسی دشمن سے ڈرانے کے لئے لیکن جمع کیا میں نے تم کو اس لئے کہ تمیم داری ایک نصرانی آدمی تھا۔ آیا اور اسلام لایا اور مجھے ایک حکایت بیان کی۔ جو اس کے موافق ہے جو میں تم سے مسیح دجال کے متعلق بیان کیا کرتا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ میں ایک جہاز میں قبائل لخم اور جذام کے تیس آدمیوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ہماری کشتی کو موجوں نے بھٹکا دیا۔ ایک مہینہ تک ہم دریا میں پھرتے رہے۔ آخر سورج چھپتے وقت ایک جزیرہ میں پہنچے۔ وہاں ہمیں ایک جاندار چیز ملی۔ جس پر بہت سے بال تھے۔ ہم نے پوچھا تو کون ہے۔ اُس نے کہا میں جساسہ ہوں۔ جاؤ اس گھر کی طرف وہ تمہاری تلاش میں ہے۔ ہم اس سے ڈرے کہ یہ کوئی جن ہے۔ پھر ہم چلے اس گھر کی طرف۔ وہاں ہم نے ایک ایسا انسان دیکھا جو بہت بڑا تھا۔ اور زنجیر سے اس کے ہاتھ پیر اور سارا بدن جکڑا ہوا تھا۔ ہم نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے پوچھا تم کون ہو۔ میں نے اپنا قصہ بیان کیا۔ پھر پوچھا کیا بیسان کے کھجور پھل دے رہے ہیں۔ ہم نے کہا ہاں۔ اس نے کہا قریب ہے کہ وہ پھل نہ دے۔ پھر پوچھا کیا بحیرۂ طبریہ میں پانی ہے۔ ہم نے کہا بہت ہے۔ اس نے کہا قریب ہے کہ اس کا پانی خشک ہو جائے۔ پھر کہا۔ کیا زُغر کے چشمے میں پانی ہے۔ اور اس کو لوگ کھیتوں میں استعمال کرتے ہیں۔ ہم نے کہا ہاں پھر پوچھا نبی الاُمیّین (عرب کے نبی) کا کیا حال ہے۔ ہم نے کہا کہ وہ مکہ سے نکلا ہے اور یثرب (مدینہ) آیا ہے۔ پھر پوچھا کیا عرب اس سے لڑتے ہیں۔ ہم نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا کہ اس نے ان سے کیا معاملہ کیا۔ ہم نے کہا کہ وہ ان پر غالب آیا ہے۔ اور سب نے اس کی اطاعت قبول کی ہے۔ کہا کہ یہ ان کے لئے اچھا ہے۔ پھر کہا

Marfat.com

کہ میں اپنی خبر تمہیں دوں۔ میں مسیح دجال ہوں۔ اور قریب ہے کہ مجھے نکلنے کا اذن دے دیا جائے۔ تو میں نکلوں گا۔ اور چالیس دن راتوں میں تمام زمین میں پھروں گا۔ سوا مکہ اور مدینہ کے۔ وہ دونوں مجھ پر حرام ہیں جب کبھی میں وہاں جانے کا ارادہ کروں گا۔ دو فرشتے مجھے روکتے ہوں گے۔ اور اس کے تمام راستوں پر ملائکہ حفاظت کرنے والے ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھڑی سے اپنے ممبر کو مارا۔ اور تین بار فرمایا۔ ھٰذِہٖ طَیْبَہ۔ (یعنی یہ مدینہ ہے) کیا میں نے بیان کیا تھا یا نہیں؟ سب نے کہا کہ ہاں۔ پھر فرمایا کہ وہ بحر شام میں ہے۔ یا بحر یمن میں ہے۔ نہیں بلکہ مشرق میں ہے۔

یہ ہے وہ تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جس کی نسبت جناب نے کہا ہے۔ کہ حضور نے اس پر شک کا اظہار فرما دیا۔ حیرت ہے حضور منادی کرا کر کتنے اہتمام سے لوگوں کو جمع فرما کر پھر منبر پر تشریف لے جا کر کتنی خوشی اور مسرت کے ساتھ ہنستے ہوئے اس کے بیان کو اپنی سچّی زبان وحی ترجمان سے بیان فرما کر حاضرین سے تصدیق لے لیتے ہیں۔ اور جناب کے بیان سے کتنی بے اعتنائی معلوم ہو رہی ہے۔

کیا یہی وہ مجتہدوں کی شایانِ شان امانت ہے جس کے بل بوتے پر جناب کو تمام مجتہدینِ امت سے بے نیازی کا دعویٰ ہے۔ یہی وہ تسلیم و رضا اور وما ینطِقُ عَنِ الْھَوٰی کا احترام ہے۔ جس کا ڈھنڈورا حضرت نے تنقیحات میں پٹوایا تھا۔

تمیم داری کی یہ حدیث اپنی نفس حقیقت میں تو ایک خبر ہے۔ جس میں سچ جھوٹ دونوں کا احتمال ہو سکتا ہے۔ لیکن اس حیثیت سے کہ اس کی راوی صحیح مسلم ہے جس کا درجہ کتاب اللہ کے بعد اصح الکتب کا ہے۔ اور حضرت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی تصدیق عین ایمان ہے۔ کس اہتمام کے ساتھ لوگوں کو بلایا اور منبر مبارک پر کتنی مسرت کے ساتھ بیان فرمایا۔ اور حاضرین سے اپنی پیشینگوئی کی تصدیق کا مطالبہ فرمایا ہے۔ اور پھر آخیر عمر مبارک تک آپ نے خود اس خبر سے رجوع نہیں فرمایا ہے۔ بلکہ اس عقیدے کے ساتھ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کے حضور میں تشریف لے جا چکے ہیں۔

Marfat.com

حالانکہ وحی نازل ہو رہی تھی۔ اگر فی الواقعہ یہ خبر غلط تھی۔ تو اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ نے آپ کو اس خبر کی غلطی کی اطلاع کیوں نہ دی۔ کیا اس قسم کے واقعات سے تمام نظامِ نبوت میں رفعِ ارمان کا احتمال پیدا نہیں ہوگا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم امت سے اپنی اس خبر کی تصدیق چاہتے ہیں۔ تو امتی کا کیا فرض ہونا چاہئے۔ یہی کہ اس کو ایک افسانہ کہہ کر بے اعتنائی کے ساتھ پھینک دے۔ یا ساڑھے تیرہ سو برس گذر کر ظاہر نہ ہونے کو آڑ بنا کر اسے غلط قرار دے۔ کیا یہی فرمان رسول اللہ کی قدر ہے۔ اسی ایمان کی خلقِ خدا کو شدّ و مد سے دعوت دی جا رہی ہے۔ حیرت سے

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہئے

ناظرین ذرا "تنقیحات" والی عبارت جو صفحہ ۹۲ پر لکھی گئی ہے۔ پھر پڑھیں۔ اور ایمان اور چون و چرا میں کھلے تضاد پر غور کریں۔

ساڑھے تیرہ سو برس سے اگر تمیم داریؓ کا دجال ظاہر نہ ہوا تو وہ جناب کا الدّجال بھی تو ابھی تک ظاہر نہیں ہوا ہے۔ تو اس استدلال سے سرے سے دجال ہی سے انکار کیوں نہ فرمایا۔ اور حضور نے تو قیامت کی اور بہت سی علاماتِ قیامت کی بھی خبر دی ہے۔ حالانکہ ساڑھے تیرہ سو برس گذر چکے ہیں اور وہ بھی ابھی ظاہر نہیں ہوئے تو کیا اس مجتہدانہ استدلال سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ وہ سب افسانے تھے حقیقت کچھ نہ تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ظہورِ دجّال کے لئے اگر کوئی مدت مقرر فرمائی ہوتی اور وہ بغیر اس کے ظہور کے گزر جاتی۔ جب بھی ایک راسخ الایمان کو آپ کی خبر میں شک نہ ہوتا۔ چہ جائیکہ ابھی تو قیامت تک اس کے ظہور کا زمانہ ہے۔ جب قیامت سے پہلے اس کا ظہور نہ ہوگا۔ تو پھر خبر کے معنے پر غور کرنا کچھ بات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے اسی طرح کے عمل کی سخت مذمّت فرمائی ہے۔ جو کسی پیشین گوئی پر اس کے وقتِ ظہور سے پہلے ہی غُل مچانے لگتے تھے۔

ابنِ صیاد کے قصے سے جناب کو شبہ ہوا جو حضورؐ اس کو دجال خیال فرماتے تھے۔ ذرا غور فرماتے تو بات آسان تھی۔ حضورؐ نے تو اس دجالِ اعظم کے سوا اور بھی قریب تیس دجالوں کے آنے کی خبر دی ہے۔ تو کیا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ابن صیاد بھ

Marfat.com

حضورؐ کا شبہ ان میں سے کسی دجال کا تھا نہ کہ اس دجالِ اعظم کا۔ اور دجال کے مختلف مقامات سے ظاہر ہونے میں خلجان کیوں ہوا۔ کیا ایسی مافوق العادۃ ہستی کا حبس کا تمام روئے زمین پر چالیس دن میں پھرنا ہو۔ جن میں سے ایک دن ایک سال کا بھی ہو تو حبس کسی مقام پر اس کا ظہور کہا جائے۔ سب ٹھیک نہ ہوں گے۔ بہرحال اتنا سوچا جائے کہ رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر کے سامنے اس قسم کے چون وچرا سے ایمان کہاں رہا۔ نعوذ باللہ من شر النفس الغرور۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الامین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

Marfat.com

مجدد بننے کی ہوس

کتاب احیاء و تجدید دین میں جناب نے مجدد بننے کے جدوجہد کے سلسلے میں چار نظرئے قائم کئے۔ پہلے جاہلیت کے تین درجے بنا لئے۔ ۱۔ جاہلیت خالصہ ۲۔ جاہلیت مشرکانہ۔ ۳۔ جاہلیت راہبانہ اور آخری نظریہ اسلام کا۔

پھر صٹ پر انبیائے کرام اور اولیائے عظام اور شہداء و صالحین۔ مجذوبین۔ اقطاب۔ ابدال۔ علماء۔ مشائخ۔ غرض ان تمام برگزیدہ اشخاص کو جن کی کسی رنگ میں بھی کسی قسم کی اطاعت و پیروی کی گئی ہے۔ ان سب کو باطل خداؤں کی فہرست میں شامل کر کے اور ان کے پیروکاروں کو جاہلیت مشرکانہ میں لاکر فارغ ہو گئے ہیں۔

ص۱۹ پر صاف فرمایا کہ :-

جاہلیت مشرکانہ نے عوام پر حملہ کیا۔ توحید کے راستہ سے ہٹا کر ضلالت کے بے شمار راہوں میں بھٹکا دیا۔ ایک صریح بت پرستی تو نہ ہو سکی۔ باقی کوئی قسم شرک کی ایسی نہ رہی جس نے مسلمانوں میں رواج نہ پایا ہو۔

پھر ص۲۰ پر فرمایا۔

جاہلیت راہبانہ نے علماء۔ مشائخ۔ زہاد اور پاکباز لوگوں پر حملہ کیا اور ان میں وہ خرابیاں شروع کیں جن کی طرف میں اس سے پہلے اشارہ کر آیا ہوں۔ اس جاہلیت کے اثر سے اشراقی فلسفہ۔ راہبانہ اخلاقیات اور زندگی کے ہر پہلو میں مایوسانہ نقطۂ نظر مسلم سوسائٹی میں پھیلا۔ اور اس نے نہ صرف یہ کیا کہ ادبیات اور علوم کو متاثر کیا

Marfat.com

بلکہ فی الواقع سوسائٹی کے اچھے عناصر کو مارفیا کا انجکشن دیکر مست کر دیا۔

غرض جیسے عوام کو جاہلیت مشرکانہ میں ڈال دیا تھا۔ خواص امت علماء اولیاء کو ادبیات اور علوم کو جاہلیت راہبانہ کے سیلاب کے نذر کر دیا۔

واضح ہو کہ راہب عربی میں یہودیوں کے ان عابدوں اور زاہدوں کو کہا کرتے تھے جو دنیا سے کنارہ کش ہو کر اللہ کی یاد میں رہا کرتے تھے۔ تو جاہلیت راہبانہ کا مطلب یہودیوں کی بزرگوں جیسی جاہلیت ہے۔

پھر کار تجدید کی حقیقت بیان کر کے صفحہ ۴۲ پر لکھتے ہیں کہ:۔

اب تک کوئی مجدد کامل پیدا نہیں ہوا ہے۔ قریب تھا کہ حضرت عمر ابن عبد العزیز اس منصب پر فائز ہو جاتے۔ مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کے بعد جتنے مجدد پیدا ہوئے ان میں ہر ایک نے کسی خاص شعبے یا چند شعبوں ہی میں کام کیا۔ مجدد کامل کا مقام ابھی تک خالی ہے۔ پھر مشہور مجددین اسلام حضرت عمر ابن عبد العزیز حضرت امام غزالی حضرت مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ بزرگان دین کے کار تجدید پر تنقیدات کر کے ان کے تجدید کو جزوی اور ناکام تجدید ثابت کر کے گویا یہ واضح کیا کہ چودہ سو برس میں پورا مجدد کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اور جو رسول پاک نے فرمایا تھا۔ ان اللہ تعالیٰ یبعث لھذہ الأمتہ علی رأس کل مأئۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ الحدیث رواہ ابو داؤد۔ (بیشک اللہ تعالیٰ کھڑا کرتا ہوگا اس امت کے لئے ہر ایک صدی کے سرے پر کوئی ایسا شخص کہ اسی امت کے لئے دین حق کو تازہ کرے۔ یہ پیشینگوئی ویسی کی ویسی رہی۔ اور اس کا صحیح مصداق اب تک کوئی پیدا نہ ہو سکا۔

مجددین اسلام پر تنقید فرماتے ہوئے فن تصوف کو جو روح اسلام اور انسانیت کا منتہائے عروج تکمیل ایمان کا واحد ذریعہ اور ولایت حقہ کا آخری معیار ہے۔ بوجہ اس کے کہ جناب خود اس سے کورے اور محروم تھے۔ پس بمطابق قول الناس اعد

Marfat.com

لما جهلوا۔ (لوگ اس چیز کے دشمن ہوتے ہیں جس کو نہیں جانتے) تصوف کے دشمن بن گئے۔ اور اس کو ایک طعن سخیف اور مرض قبیح تصور کئے ہوئے حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی کو اور حضرت مجدد الف ثانی کو اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی جیسے اولیائے کبار کو تصوف کے طعن سے مطعون کر کے ص۳۲ پر فرمایا :۔

پہلی چیز جو مجھ کو حضرت مجدد الف ثانی کے وقت سے شاہ صاحب اور ان کے خلفاء تک کے تجدیدی کام میں کھٹکی ہے، وہ یہ کہ انہوں نے تصوف کے بارے میں مسلمانوں کی بیماری کا پورا اندازہ نہیں لگایا

لکھتے لکھتے فرمایا :۔

اسی (یعنی تصوف کے) لباس میں مسلمانوں کو افیون کا چسکا لگایا گیا ہے۔ اور اس کے قریب جاتے ہی ان مرض مریضوں کو پھر وہی چنیا بیگم یاد آجاتی ہے۔ جو صدیوں ان کو تھپک تھپک کر سلاتی رہی۔ بیعت کا معاملہ پیش آنے کے بعد کچھ دیر نہیں لگتی۔ کہ مریدوں میں وہی ذہنیت شروع ہو جاتی ہے۔ جو مریدی کے ساتھ مختص ہو چکی ہے۔ یعنی "بہ مے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید" والی ذہنیت جس کے بعد پیر صاحب اور ارباب من دون اللہ میں کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا۔ فکر و نظر مفلوج۔ قوت تنقید ماؤف۔ علم و عقل کا استعمال موقوف۔ دل و دماغ پر بندگی شیخ کا ایسا مکمل تسلط کہ گویا شیخ ان کا رب ہے۔ اور یہ ان کے مربوب۔ ۱۲

اسلام کی مقدس ہستیوں پر تنقید تو جناب کی غذا ہے۔ لیکن اگر اپنے گریبان میں ذرا منہ ڈالتے تو اپنے معاصین کی خود پیدا کردہ حالت کچھ اسی سے دس گنا بڑھ کر دیکھ لیتے۔ بشرطیکہ انصاف سے تعصب حجاب حرماں نہ بنتا۔ اسی کتاب احیاء تجدید دین کے خاتمہ کے آخری صفحے پر فرماتے ہیں کہ :۔

تجدید دین کے لئے صرف علوم دینیہ کا احیا اور اتباع شریعت کی روح کو تازہ کر دینا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ ایک جامع اور ہمہ گیر اسلامی تحریک کی ضرورت ہے۔ (شاید یہ مطلب ہو کہ تجدید دین اور دنیا دونوں ہو)

Marfat.com

کیونکہ حصول اقتدار بھی حضرت کے خیال میں مقاصد تجدید میں سے ہے۔)
اور یہ کہ اب تجدید کا کام نئی اجتہادی قوت کا طالب ہے۔ اس وقت کے حالات میں شاہراہ عمل تعمیر کرنے کے لئے ایسی مستقل قوتِ اجتہادیہ درکار ہے۔ جو مجتہدین سلف میں سے کسی ایک کے علوم اور مناہج کی پابند نہ ہو۔ اگرچہ استفادہ ہر ایک سے کرے۔ اور پرہیز کسی سے بھی نہ کرے۔

یہ ہے کتاب کا آخری نتیجہ کہ تمام سلف امت کے علوم کی پابندی سے بے نیاز ہو کر مستقل مجتہد بننا چاہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ امتِ رسول کے پاس جو دعوتِ رسول اور علوم سے فی الحال موجود ہیں۔ ان سب کو جاہلیت ثابت کر کے خود مستقل اجتہاد کے ذریعے سے ایک نئی امت اور نئی شریعت بنا کر خود بدولت ان کے مطلق العنان مذہبی اور سیاسی ڈکٹیٹر بننا چاہتے ہیں۔ تاکہ مجدد کامل اور المہدی کی پیشینگوئی کا مصداق خود ہی بن سکے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

اس مشتِ نمونۂ خروار سے جناب کی تجدید دین اور معتدل پروگرام کی حقیقت کا ناظرین کو پتہ لگ گیا ہوگا۔ جس کی ابتداء میں حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام اور علماء و مشائخ کو نعوذ باللہ تعالیٰ خدا تصور کر کے ان کی اطاعت اور پیروی کرنے سے عوام کو مشرکوں کا خطاب ملا۔ علوم اسلامیہ اور ادبیات سارے کے سارے جاہلی تصور ہو گئے۔ علم تصوف اور عشق و محبتِ الٰہی کا جذبہ افیون کا چسکا اور مزمن مرض بنا دیا گیا۔ اور انہی وجوہ سے حضرت تمام علماء امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و التحیہ سے ناراض ہو کر اپنی مستقل اجتہاد سے اپنی الگ شاہراہ کے تعمیر کی فکر میں لگ گئے۔ وَلِلْجُنُوْنِ فُنُوْنٌ۔ (دیوانگی کی کئی قسمیں ہیں۔) جس پروگرام کی ابتدا یہ ہو اس کے کمال اور انتہاء سے اللہ تعالیٰ عزوجل امتِ حبیب کو اپنے حبیب کے صدقے میں بچائے رکھے۔ آمین یا رب العلمین ؐ

اب تو ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا۔ کہ جناب مودودی صاحب جس دین کی اقامت

Marfat.com

اور جس اسلام کے مدعی ہیں۔ وہ ایک جدید قسم کا اسلام اور دین ہے جس کے موجد وہ خود ہیں۔ اور ان کے نزدیک آئمہ مجتہدین اور علمائے کرام جن کی تعداد پونے چودہ سو برس میں کروڑوں سے متجاوز ہے۔ وہ سب کے سب گم کردہ راہ تھے۔ اس کے بعد ان سے حق کی پیروی کی توقع کرنا بہ ظاہر تو ایک خیال باطل سے زیادہ نہیں معلوم ہوتا۔ البتہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی رحمت سے ان کی دستگیری فرمائے۔ اور ہدایت دے تو اور بات ہے۔ واللہ الھادی الیٰ سواء السبیل۔

Marfat.com

مودودی تحریک کے متعلق
اکابر علمائے حق کی رائے

برادران عزیز! حضرات مودودی صاحبان ہر کسی جگہ کے مقامی علماء کی نسبت یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ کہ جناب مودودی صاحب تو آسمانِ علم وفضل کے آفتاب ہیں۔ بڑے علامہ ہیں۔ تمام علماء نے آپ کو مان لیا ہے۔ صرف یہ ہمارے مولوی صاحبان ہیں۔ جو برائے نام اور ادھورے مولوی ہیں۔ محض ذاتیات کی بناء پر انہیں نہیں مانتے۔ اور اس دھوکے سے عوام بچاروں کو اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ جناب کی تحریک کی نسبت ہندوستان اور پاکستان کے ان چند نامور اکابر علمائے کرام کے ارشادات بھی ناظرین کے سامنے رکھے جائیں جن کے علم وفضل دیانت وتقویٰ پر تمام اہل اسلام کو اتفاق ہے۔ تاکہ اہلِ انصاف کے لئے موجب تسکین ہو۔

ظاہر ہے کہ مودودی صاحب نے شریعت مقدسہ کے ساتھ جو معاملہ کیا ہے۔ یا جو نئے اجتہادات پیش کئے ہیں۔ وہ سب علمی کارنامے ہیں۔ لہٰذا ان کی نسبت اکابر علماء کا فیصلہ ہی معتبر ہونا چاہئیے۔

سب سے پہلے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کا ایک ملفوظ مبارک پیش کیا جاتا ہے۔ جو مصنف سیرت اشرف نے نقل کیا ہے لکھتے ہیں:-

مودودیت کا معارلج فتنہ آپ کے زمانہ میں ہی پر پرزے نکال چکا تھا۔

Marfat.com

حامیان دین متین اور شیدایان دین اسلام کے لئے یہ بڑی کشش کا باعث بن رہا تھا۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کی دینی خدمات کو بہت سراہا جا رہا تھا۔ اور ظاہر بین اور خوش فہم لوگوں نے ان سے بہت سی توقعات وابستہ کر رکھی تھیں۔ بریلی کے مشہور زمانہ الفرقان کے ایڈیٹر اور جماعت اسلامی کے سابق رکن و امیر جماعت مولٰنا محمد منظور صاحب نعمانی نے مودودی صاحب کے تحریک اسلامی میں شرکت اور اس کے موافق شریعت ہونے کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے حضرت کی خدمت میں بریلی سے آنا چاہا۔ اور اجازت چاہی۔ تو حضرت نے صاف لکھ دیا۔ "کہ اگرچہ ان پر کوئی اعتراض شرعی لحاظ سے بظاہر نہ وارد کیا جا سکے لیکن میرا دل اس تحریک کو قبول نہیں کرتا۔ یہی زبانی بھی عرض کر دوں گا۔ لہٰذا اس ضرورت کے لئے زحمت سفر نہ فرمائی جائے ۱۲ خاتمہ السوانح صـ۲۴

اس صاحب قال کو کیا علم تھا کہ " قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید" چنانچہ تھوڑے سے ہی عرصہ بعد مولٰنا موصوف اس تحریک میں شریک رہ کر اور اس میں قابل اعتراض امور کا خود مشاہدہ کر کے ذاتی تجربہ کے بعد اس سے الگ ہو گئے۔ اور بہ زبان حال اعتراف کر لیا کہ اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ۔ (بچو مومن کی فراست سے تحقیق وہ اللہ کے نور سے دیکھ رہا ہے۔) ان کی علیحدگی کی خبر سن کر خود ہم نے بھی اس کی وجہ معلوم کرنے کے لئے خط لکھا۔ کہ کیا آپ اس جماعت کے امیر میں روحانیت کی بجائے انانیت دیکھ کر تو علیحدہ نہیں ہوئے۔؟ تو مولٰنا موصوف نے اپنے گرامی نامہ مورخہ ۲۷ شوال ۱۳۶۴ھ میں لکھا:-

"محترمی سلام مسنون۔ جماعت اسلامی کے نظام سے میری علیحدگی کے بارہ میں آپ کا فکر ایک حد تک صحیح ہے۔ ۱۲ محمد منظور نعمانی۔

حضرت مولٰنا حماد اللہ صاحب قادری سجادہ نشین ہالیجی شریف ضلع سکھر فرماتے ہیں۔ کہ حضرت تھانویؒ کو کسی نے مودودی کا رسالہ "ترجمان" دے دیا۔ آپ نے چند سطریں پڑھ کر فرمایا کہ باتوں کو نجاست کے ساتھ ملا کر کہتا ہے۔ اہل باطل کی تحریریں

Marfat.com

لبی ہوا کرتی ہیں۔ یہ فرمایا اور رسالہ بند کر کے رکھ دیا۔ ۱۲ ترجمان اسلام لاہور ۲۸ دسمبر ۱۹۵۸ء

اس واقعہ کے دس بارہ سال بعد ہونے والے واقعات نے بھی حضرت کے ارشاد کی حرف بحرف تائید کر دی۔ جس سے اخبار بین طبقہ بخوبی واقف ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا محمد عبد الحلیم صاحب کانپوری جو حضرات اکابر کے صحبت یافتہ بزرگ ہیں۔ اور انقلاب زمانہ کے اثر میں آج کل نوشہرہ چھاؤنی میں رونق افروز ہیں فرماتے ہیں ــــ

جناب مودودی صاحب نے اپنے رسالہ ترجمان القرآن کی ابتدا حیدرآباد دکن سے کی تھی۔ حضرت[۱] رحمۃ اللہ علیہ نے میرے تعلقات حیدرآباد کی بنا پر موصوف کے عقائد اور خیالات کے بارہ میں مجھ سے استفسار فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ میں بذات خود ان سے واقف نہیں لیکن مجھے مولانا عبد اللہ عمادی مرحوم کی معرفت اتنا علم ہے۔ کہ مودودی صاحب ان سے بھی استفادہ فرماتے ہیں۔ بلکہ مولانا عمادی کے ایما سے ان کے بعض مضامین بھی اپنے ہی نام سے شائع کرتے ہیں۔ اس لئے بہ ظاہر مجھے ان میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں معلوم ہوتی۔ اس پر فرمایا کہ "جب تک مجھے یہ تحقیق نہ ہو کہ یہ شخص مشرب صحیح رکھتا ہے۔ میں اس سے تعاون نہیں کرتا۔ اور عموماً میں نے دیکھا ہے۔ کہ لوگ اول اول اپنی تحریک کو صحیح اصول پر شروع کرتے ہیں۔ اور جب لوگ ان کے معتقد ہو جاتے ہیں۔ تو پھر اپنی ہوائے نفسانی سے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس لئے میں ان کے اس بہ ظاہر نیک مقصد سے الگ ہی رہنا مناسب سمجھتا ہوں۔ تاکہ آئندہ کوئی فتنہ نہ ہو۔"

شاید یہ بھی فرمایا تھا کہ "ان کی بات میرے جی کو نہیں لگتی"۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم اِنْتَھٰی

مقبولین بارگاہ حق کے قلوب واقعی معیار کامل ہوتے ہیں۔ بعد کے واقعات نے وہی ظاہر کیا۔ جو انہوں نے شروع میں بھانپ لیا تھا۔ ع

حکیم و دوربیں معیار کامل ایسے ہوتے ہیں

---

[۱] حضرت مولانا تھانوی۔

Marfat.com

جمعیۃ علمائے ہند کا فیصلہ

علمائے کرام کا ایک اجتماع ۲۷ شوال سنہ ۱۳۷۰ھ مطابق یکم اگست سنہ ۱۹۵۱ء کو دفتر جمعیۃ علمائے ہند دہلی میں ہوا۔ اس اجتماع میں شرکت فرمانے والے حضرات نے متفقہ بیان بغرض اشاعت دیا ہے جس پر ان حضرات کے دستخط ہیں۔ بیان کے الفاظ یہ ہیں :۔

مودودی صاحب کی جماعت اور جماعت اسلامی کے لٹریچر سے عام لوگوں پر جو اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ کہ آئمہ ہداۃ کے اتباع سے آزادی اور بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو عوام کے لئے مہلک اور گمراہی کا باعث ہے۔ اور دین سے صحیح وابستگی رکھنے کے لئے صحابۂ کرام اور اسلاف عظام سے جو تعلق رہنا چاہیئے اس میں کمی آجاتی ہے۔ نیز مودودی صاحب کی بہت سی تحقیقات جو غلط ہیں لوگ ان سے متاثر ہو کر مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ان امور سے ایک جدید فقہ بلکہ دین ہی کی ایک محدث اور نئے رنگ کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ جو یقیناً مسلمانوں کے دین کے لئے مضر ہے۔ اس لئے ہم ان امور اور ان پر مشتمل تحریک کو غلط اور مسلمانوں کے لئے مضر سمجھتے ہیں۔ اور اس سے بے تعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔

حاضرین اجتماع کے دستخط

۱۔ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ ۲۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہم العالی۔ ۳۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند۔ ۴۔ مولانا عبد اللطیف صاحب مہتمم مظاہر العلوم سہارنپور۔ ۵۔ مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم۔ ۶۔ مولانا احمد سعید صاحب۔ ۷۔ مولانا سعید احمد صاحب مفتی مظاہر العلوم

Marfat.com

سہارنپور۔ ۸۔ مولٰنا محمد اعزاز علی صاحب امروہی شیخ الادب دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ۔ ۹۔ مولٰنا سید فخرالحسن صاحب استاد دارالعلوم دیوبند۔ ۱۰۔ مولٰنا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی۔ ۱۱۔ مولٰنا محمد میاں صاحب۔ شائع کردہ اخبار الجمعیۃ دہلی ۱۳ راگست ۱۹۵۱ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی مدظلہم العالی شیخ الحدیث دارالعلوم د[یوبند] کا مستقل فتویٰ

—— جو کسی سائل کے جواب میں ارشاد ہے ——

سوال ۱: جماعت اسلامی یعنی مودودی صاحب کے متعلق؟

الجواب —— یہ جماعت گمراہ جماعت ہے۔ اس کے عقائد اہل السنت والجماعۃ اور قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔

سوال ۲: اس جماعت کے ساتھ جو علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ کس نظریہ سے ہے۔؟

الجواب —— علماء کا اختلاف اس سے دین کی وجہ سے ہے۔ یہ جماعت بد دین ہے۔

---

۱ اس مضمون کے تحریر کے وقت حضرت الشیخ بقید حیات تھے۔ لیکن واحسرتا وا اسفا اب جمادی الثانیہ کی بارہ تاریخ ۱۳۷۷ھ کو پنجشنبہ کے دن بعد الزوال دنیا کو یتیم چھوڑ کر اپنے محبوب حقیقی سے جاملے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اور اسی جمعہ ہی کی رات کو آخیر شب تہجد کے وقت دیوبند میں سپرد خاک کر دئے گئے۔ اَللّٰھُمَّ اغفر وارحم علیہ وارفع درجاتہ فی اعلیٰ علیین عندک لا تحرمنا من برکاتہٖ ؎

لقد غیبوا علماً وحلماً ورأفۃ ۔۔۔ بلیلٍ وواروہ التراب دفینا

یتامی بقینا افقر الناس عندما ۔۔۔ فقدنا حسیناً سیداً وامینا

علی قبرہ فلیبک سحب ھواطلٌ ۔۔۔ ولبورک لحدٌ منہ ضمن دینا

وصبّ الالٰہ صوب رحمتہ رضا

ثری قبرہ آلاف الف سنینا

من المؤلف ۱۲

Marfat.com

سوال ۳: مذہبی ہے یا سیاسی ؟ اگر مذہبی ہے۔ تو کن کن شقوں میں ہے۔ اور کس حد تک ہے۔ ؟

الجواب۔ مذہبی ہے۔ اس کے اصول درجۂ کفر ضلالت تک پہنچانے والے ہیں۔

سوال ۴: اگر سیاسی اور اختلاف رائے ہے۔ تو پھر کس حد تک اختلاف رکھنا چاہئیے ؟

الجواب۔ اس کے اصول و عقائد دینِ اسلام اور اس کے عقائد کے خلاف ہیں ان سے الگ رہنا اشد ضروری ہے۔ ان سے اختلاف سیاسی بھی ہے۔ مگر وہ اتنا اہم نہیں ہے۔

سوال ۵: آیا اس جماعت کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہئیے۔ تعاون کرنا اور اس کی شاخیں بڑھانا چاہئیے کہ نہیں ؟ اس جماعت میں شامل ہونے کا سوال اس لئے پیدا ہوتا ہے۔ کہ بہ ظاہر اسلام کے لئے بہت کوشش کر رہی ہے بخصوصاً قانونِ اسلامی کے لئے۔

الجواب۔ اس کے ساتھ مل کر کام کرنا اور تعاون کرنا درست نہیں ہے۔ اس جماعت کی کوششیں اس اسلام کے لئے نہیں جو کہ حقیقی ہے۔ بلکہ ایک نام نہاد مودودی صاحب کے اختراعی اور نئے اسلام کے لئے ہیں۔ یہ لوگ عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور اپنے ہمدم بنانے کے لئے اسلام اور دین کا نام لیتے ہیں۔ ناواقف لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ اصلی مسلمان اور دیندار ہیں۔ ان کے رسالوں اور کتابوں میں دینی پیرایہ میں وہ بد دینی اور الحاد کی باتیں مندرج ہیں جن کو ظاہر بین اور ناواقف انسان سمجھ نہیں سکتا۔ اور بالآخر اس اسلام سے جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔ اور امتِ محمدیہ جس پر ساڑھے تیرہ سو برس سے عمل پیرا رہی ہے۔ بالکل علٰحدہ اور بیزار ہو جاتا ہے۔ عام لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور زہر کو تریاق سمجھ کر فریفتہ ہو رہے ہیں۔ جن علماء کے اقوال آپ نے نقل فرمائے ہیں۔ وہ اسی دھوکے میں مبتلا ہو کر گمراہ ہو گئے۔ انہوں نے مودودی تصانیف غور سے نہیں دیکھیں اور نہ تمام تصانیف

Marfat.com

پر اطلاع حاصل کی۔ (آگے مفصل جواب کو مکمل کیا گیا ہے۔ اور آخیر میں حضرت شیخ الاسلام کا مبارک دستخط ہے۔ جو بخوف طوالت چھوڑ دیا گیا ہے۔

مفتئ اعظم سہارنپور کا فتویٰ

ایک شخص نے جناب مودودی صاحب کی آٹھ عدد عبارتیں لکھ کر آخیر میں یہ سوالات کئے ہیں :۔

۱۔ مودودی صاحب کا مسلک کیا ہے۔ وہ عالم ہیں۔؟ مقلد ہیں۔ یا غیر مقلد۔؟

۲۔ ان کے کتابوں کا مطالعہ کیسا ہے۔ جائز ہے یا ناجائز۔؟

اس کا مفصل جواب جناب مفتی قاری سعید احمد صاحب نے تئیس صفحوں میں لکھ کر دیا ہے۔ جو کشف حقیقت کے نام سے چھپ گیا ہے۔ جس کی ابتداء یوں فرمائی ہے ـــــ

الجواب۔ وھو الملھم للصدق والصواب۔ حامدًا و مصلیًا و مسلمًا۔

جو نمونہ آپ نے مودودی صاحب کے نظریات کا پیش کیا ہے۔ کیا اس کے بعد بھی آپ کو ان کا مسلک معلوم نہیں ہوا۔؟ ان کا مسلک ہمارے اسلاف واکابر کے مسلک کے بالکل خلاف ہے۔ ان کا مسلک ان کی اصطلاح میں اسکول آف تھاٹ یعنی ایک نیا مذہب فکر پیدا کرنا ہے۔ یا یوں کہئے کہ اسلام کے نام پر لوگوں کو دعوت دینا۔ اور ان میں آزاد خیالی کی روح پھونک کر لامذہبیت پیدا کرنا ہے۔

یا یوں سمجھئے کہ اسلام کا وہ پرانا اور مضبوط قلعہ جو اہل یورپ کو ہر زمانے میں اپنے لئے خطرہ نظر آتا رہا ہے۔ جس پر ہمیشہ وہ نیش زنی کر رہے ہیں۔ اور وہ نو تعلیم یافتہ طبقہ بھی جو کالجوں اور یونیورسٹیوں سے انگریزی دماغ لے کر نکلتا ہے۔ اس کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا کیونکہ اس میں ان کی دلچسپی اور ناجائز خواہشات کے پورا کرنے کا

Marfat.com

سامان نہیں ہے۔ مودودی صاحب اس پرانے اور مضبوط قلعہ کو
منہدم کر کے اسلام کے نام پر ایک شیش محل تیار کرنا چاہتے ہیں۔
جس میں ان کی دلچسپی کا کافی سامان ہو جس کا نقشہ وہ تنقیحات اور
تجدید۔ احیائے دین وغیرہ میں پیش فرما چکے ہیں۔

سوال میں جو اقتباسات ان کی کتب سے نقل کئے گئے ہیں۔ وہ اس کے ثبوت کے لئے کافی ہیں۔ ان عبارات سے ظاہر ہے۔ کہ اساطین[1] اسلام۔ محدثین۔ فقہا۔ مشائخ اور صوفیہ پر وہ صرف تنقید ہی نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی تنقیص اور مذمت ایسے انداز سے بیان کرتے ہیں۔ کہ لوگ ان کی کتابوں کو پڑھ کر نہ صرف ان لوگوں سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ بلکہ حدیث، فقہ اور تصوف سے متنفر ہو کر اپنے قدیم مذہب ہی سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ اور ایک نیا مذہب بنانے کی دھن میں لگ جاتے ہیں۔ (کچھ آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے۔) ان کا مبلغ علم خود ان کی زبان سے سنئے :۔

"مجھے گروہ علماء میں شامل ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے۔ میں
ایک بیچ کے راس کا آدمی ہوں جس نے جدید اور قدیم دونوں
طریقہ ہائے تعلیم سے کچھ کچھ حصہ پایا ہے۔ اور دونوں کوچوں کو
چل پھر کر دیکھا ہے۔ اپنی بصیرت کی بناء پر نہ تو میں قدیم گروہ کو
سراپا خیر سمجھتا ہوں۔ اور نہ جدید گروہ کو۔

ترجمان القرآن ربیع الاول ۱۳۵۵ھ صفحہ ۲۲

الیٰ آخرہ۔ انتہیٰ۔ آخر میں مفتی صاحب کے دستخط ہیں۔ جمادی الثانیہ ۱۳۷۰ھ

فتویٰ دار العلوم دیوبند

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین اس بارے میں کہ
جو جماعت علامہ مودودی کی جماعت اسلامی ہے۔ ان کی کتابیں

---

[1] اساطین جمع اسطوانہ (عربی) بمعنے ستون ۱۲

Marfat.com

پڑھنی چاہئیں یا نہیں؟ اور ان پر عمل کرنا چاہیئے یا نہیں؟ اور جو بہت سے آدمی یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ جماعت دیوبندیوں کے خلاف ہے۔ تو وہ باتیں کونسی ہیں جو ہمارے خلاف ہیں۔ وہ ہمیں بھی بتلا دیجئے تاکہ ہم لوگ ان سے بچیں۔ بَیِّنُوا تُوجَرُوا۔

حافظ ظہور احمد پیش امام مسجد دربار والی

شاہ پور ضلع مظفر نگر یوپی ۱۳ مارچ ۱۹۵۱ء

الجواب:۔ اس جماعت کی کتابیں عوام کو نہ پڑھنی چاہیئے۔ اور نہ جماعت میں داخل ہونا چاہیئے۔ مودودی صاحب کے مضامین اور کتابوں میں بہت سی باتیں ایسی ہیں۔ جو اہل السنت والجماعۃ کے طریقہ کے خلاف ہیں۔ صحابۂ کرام اور ائمہ مجتہدین کے متعلق ان کا اچھا خیال نہیں ہے۔ احادیث کے سلسلہ میں بھی ان کے خیالات ٹھیک نہیں ہیں بے عمل مسلمانوں کو بھی وہ مسلمان نہیں سمجھتے ہیں غرض بہت سی باتیں ہیں جو خلاف ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو اس جماعت سے علیحدہ ہونا چاہیئے۔

کتبہٗ مہدی حسن غفرلہٗ (مفتی دارالعلوم دیوبند) ۱۲-۶-۷۰ ہجری

—— تائید از مولٰنا محمد اعزاز علی صاحب شیخ الادب دارالعلوم دیوبند ——

"افسوس کہ میں ضیق وقت سے مجبور ہوں۔ ورنہ اہلِ اسلام کے سامنے اس زہر کو پیش کرتا جو کہ اس جماعت کی جانب سے شہد میں ملا کر مسلمانوں کے سامنے لایا گیا ہے۔ اس لئے بالاختصار اس قدر عرض کرتا ہوں۔ کہ میرے نزدیک یہ جماعت اپنے اسلاف (یعنی مرزائیوں) سے بھی مسلمانوں کے دین کے لئے زیادہ ضرر رساں ہے۔

محمد اعزاز علی امروہی غفرلہ

۱۹ر جمادی الثانیہ ۱۳۷۰ھ

تائید از فخر الحسن غفرلہٗ مدرس دارالعلوم دیوبند —— مہر دارالعلوم دیوبند

Marfat.com

فتویٰ حضرت مولٰنا ظفر احمد صاحب عثمانی

صدر جمعیۃ علمائے پاکستان ڈھاکہ

مولٰنا ظفر احمد صاحب عثمانی

کراچی سے ایک صاحب نے حسب ذیل استفتار مولٰنا ظفر احمد صاحب عثمانی کے پاس بھیجا۔ یہ بتائے بغیر کہ یہ عبارات کس کی ہیں :۔

استفتار۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے عقائد خود اس کے الفاظ میں حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ یہ حقیقت ناقابلِ انکار ہے۔ کہ شارع نے غایت درجہ کی حکمت اور کمال درجہ کے علم سے کام لے کر اپنے احکام کی بجاآوری کے لئے زیادہ تر ایسے ہی صورتیں تجویز کی ہیں۔ جو تمام زمانوں اور تمام مقامات اور تمام حالات میں اس کے مقاصد کو پورا کرتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بکثرت جزئیات ایسے بھی ہیں جن میں تغیر حالات کے لحاظ سے احکام میں تغیر ہونا ضروری ہے۔ جو حالات عہدِ رسالت کے ہوں۔ اور عہد صحابہ میں عرب کے اور دنیائے اسلام کے تھے۔ لازم نہیں کہ بعینہٖ وہی حالات ہر زمانے اور ہر ملک کے ہوں۔ لہٰذا احکام اسلامی پر عمل کرنے کی جو صورتیں ان حالات میں اختیار کی گئی تھیں۔ ان کو ہو بہو تمام زمانوں اور تمام حالات میں قائم رکھنا اور مصالح اور حکم کے لحاظ سے ان کے جزئیات میں کسی قسم کا ردو بدل نہ کرنا، ایک طرح کی رسم پرستی ہے۔ جس کو روح اسلامی سے کوئی علاقہ نہیں۔ پس معلوم ہُوا کہ جزئیات میں دلالۃ النص اور اشارۃ النص تو درکنار صراحۃ النص کی پیروی بھی تفقّہ کے بغیر درست نہیں ہوتی۔ اور تفقّہ کا اقتضاء یہ ہے۔ کہ انسان ہر مسئلہ میں شارع کے مقاصد اور مصالح پر نظر رکھے۔ اور اسی لحاظ سے جزئیات میں تغیر احوال کے ساتھ ایسا تغیر کرتا رہے۔ جو شارع کے اصولِ تشریع پر مبنی اور اس کے طرزِ عمل سے اقرب ہو۔

Marfat.com

۲۔ اہلِ روایت نے جو خدمت اپنے ذمہ لی تھی۔ وہ دراصل یہ تھی کہ قابلِ اعتماد ذرائع سے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے عہد سے متعلق جتنا مواد ان کو بہم پہنچے اسے جمع کردیں۔ چنانچہ یہ خدمت انہوں نے انجام دی۔ اس کے بعد یہ کام اہلِ درایت کا ہے۔ کہ وہ نفس مضامین پر غور کرکے ان روایات سے کام کی باتیں اخذ کرے۔ اس لئے یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے۔ کہ بخاری میں جتنے احادیث درج ہیں۔ ان کے مضامین کو بھی جوں کا توں بلاتنقید قبول کرنا چاہئے۔ اس سلسلے میں یہ بات بھی جاننے کی ہے۔ کہ کسی روایت کے سنداً صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا نفس مضمون بھی ہر لحاظ سے صحیح اور جوں کا توں قابلِ قبول ہو۔

۳۔ سنت کے متعلق عموماً لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اپنی زندگی میں کیا ہے۔ وہ سب سنت ہے۔ لیکن یہ بات ایک بڑی حد تک درست ہونے کے باوجود ایک حد تک غلط بھی ہے۔ اور اصل سنت اس طریق عمل کو کہتے ہیں جس کے سکھانے اور جاری رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث کیا تھا۔ اس سے شخصی زندگی کے وہ طریقے خارج ہیں۔ جو نبی کے بحیثیت ایک انسان ہونے کے یا بحیثیت ایک شخص ہونے کے جو انسانی تاریخ کے خاص دور میں پیدا ہُوا تھا اختیار کئے۔ جو امور آپ نے عادۃً کئے ہیں۔ انہیں سنت بنا دینا۔ اور تمام دنیا کے انسانوں سے یہ مطالبہ کرنا کہ وہ سب ان عادات کو اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول کا ہرگز یہ منشاء نہ تھا۔ یہ تحریف ہے۔ جو دین میں کی جارہی ہے۔

۴۔ (دجال کے متعلق تفاصیل جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔) ان امور کے متعلق جو مختلف باتیں حضور سے منقول ہیں۔ وہ دراصل آپ کے قیاسات ہیں جن کے بارے میں آپ خود شک میں تھے۔

Marfat.com

سوال یہ ہے کہ ۱۔ مذکورہ بالا عقائد رکھنے والا شخص صحیح معنوں میں مسلمان اور متبع سنت کہلائے گا یا منکر حدیث ؟ ۲۔ اگر منکر حدیث کہلائے گا تو اسلام میں اس کا کیا مقام ہے ؟ ۳۔ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج اور ملحد بددین ہے یا نہیں ؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا

الجواب۔ ۱۔ بہ ظاہر یہ شخص منکر حدیث ہے۔ ۲۔ دائرہ اسلام سے تو خارج نہیں۔ مگر گمراہ اور مبتدع ہے۔ ۳۔ ایسے شخص سے مسلمانوں کو دور رہنا چاہیئے۔ اور اس کی باتوں پر ہرگز اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔ اس کو جاہل اجہل سمجھنا چاہیئے۔

دستخط ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ از ڈھاکہ

۲۱ رجب ۱۳۷۲ھ ۵/۴/۶۲ء

عبارات بالا جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب امیر جماعت اسلامی کی ہیں۔ حوالے حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تفہیمات حصہ دوم صفحہ ۳۲۷، ۳۲۸

۲۔ ترجمان القرآن بابت اکتوبر۔ نومبر ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۱۳، ۱۱۷

۳۔ رسائل مسائل صفحہ ۳۱۰، ۳۱۱

۴۔ رسائل مسائل خلاصہ ۵۶، ۵۷

حضرت مولٰنا غلام غوث صاحب ہزاروی کا بیان

مرزا قادیانی کے بعد اور بھی بہت سے فتنے پیدا ہوئے۔ مگر فتنہ آخر الزمان مودودی فتنہ ہے۔ اس فتنے کے شکار یا تو سیدھے سادھے ان پڑھ مسلمان اسلام کے نام سے ہوجاتے ہیں۔ یا انگریزی پڑھے لکھے آدمی جو دین سے واقف نہ ہوں۔ مودودی صاحب کی چکنی چپڑی باتوں کے فریب میں آکر اس کی خانہ زاد تشریحات و اجتہادات کو عین اسلام سمجھنے لگ جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ان من البیان لسحراً۔ (کہ بعض باتیں

Marfat.com

جادو اثر ہوتی ہیں۔) مودودی جو اخبار نویس اور کامل منشی ہے۔ وہ غلط بات کو صحیح ثابت کرنے میں ید طولیٰ اور بڑے بڑے مدعیان علم وفضل کی آنکھوں میں دھول ڈال دینے کی مہارت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی کتاب تفہیمات حصہ دوم کے صفحہ ۲۸۲ پر صاف صاف لکھا ہے۔ کہ جہاں مردوں اور عورتوں کی سوسائٹی مخلوط ہو اور زنا کو بڑا عیب نہ سمجھا جاتا ہو وہاں زنا کی شرعی سزا جاری کرنا بلاشبہ ظلم ہے۔ خیال فرمائیں کہ قرآنی سزا کو ظلم کہنا کتنا بڑا کفر ہے۔ مگر مودودی صاحب نے اس زہر پر چینی چڑھا کر کھلانے کی سعی کی ہے۔ اور متکبرانہ جرأت وجسارت کی انتہا یہ ہے کہ اسی مقام پر یہ بھی لکھ مارا ہے۔ کہ یہ سزائیں اللہ تعالیٰ نے ایسے ماحول کے لئے مقرر ہی نہیں کیں۔ دیکھئے یہاں اللہ تعالیٰ پر بھی بہتان باندھا۔ اس نے تو رسول اللہ صلعم کی شریعت کو قیامت تک کی ہر قوم وملت اور ہر زمانے کے لئے مقرر کیا ہے۔ کسی زمانہ میں زنا کی کثرت اور عوام کی بے باکی سے زنا کا جرم ہلکا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ جرائم کی کثرت سے سزا موقوف کر دینا عقل کی بات ہے۔ اس کے بالعکس جب جرائم زیادہ ہوں سزائیں زیادہ سخت کر دی جاتی ہیں۔ پھر معاشرہ کی اصلاح بڑی حد تک ان سزاؤں پر موقوف ہے۔ مگر مودودی صاحب نے زور قلم سے کتنا بڑا جرم ہضم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح اس نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں آیت کریمہ بل رفعہ اللہ الیہ (کہ ان عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا۔) کے تحت لکھ مارا کہ قرآن سے عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی ثابت نہیں ہوتا۔ حالانکہ ساڑھے تیرہ سو سال کے علمائے امت آیت کی تفسیر وہی کرتے ہیں۔ جو متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سولی سے بچا کر آسمان پر اٹھا لیا تھا۔

ماخوذ از اخبار ترجمان اسلام لاہور
۲۵ اکتوبر ۶۳ء

Marfat.com

علمائے ملتان کا فتویٰ

مودودی صاحب کی جماعت اسلامی کے ساتھ اسلامی تعلقات رکھنے کے جواز و عدم جواز کے بارے میں خیر المدارس ملتان سے استفتاء کیا گیا تھا۔ جواب بلفظہٖ درج ذیل ہے :-

مودودی صاحب کے عقائد و نظریات مسلک اہل السنت والجماعت اور سلف صالحین سے بہت ہی مختلف ہیں۔ بعض عقائد میں معتزلہ اور خوارج کے ہمنوا ہو جاتے ہیں جس طرح دوسرے فرقے اہل ہوا و بدع کا حکم ہے۔ ایسی ہی ان کا۔ لیکن ان کے ساتھ بہت سے مسلمان اس لئے ہمدرد یا متفق ہو گئے ہیں۔ کہ مودودی صاحب نے لوگوں کو یہ یقین دلایا ہوا ہے۔ کہ ہم ملک پاکستان میں کتاب و سنت کا نظام رائج کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ لفظ کتاب و سنت کو مودودی صاحب تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن کتاب و سنت کے ان معانی و مطالب کو جو سلف صالحین سے بالاجماع متواتر ہم تک پہنچے ہیں۔ مودودی صاحب حجت تسلیم نہیں کرتے۔ یہ بات مودودی صاحب کی تقریروں اور تحریروں سے واضح ہے۔ انہوں نے خود اس امر کا اعتراف کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ "جماعت اسلامی ایسا اسلام پیش کرتی ہے۔ جو سلف صالحین جو بالفاظ مودودی صاحب قدامت پسند اور منکر حدیث بالفاظ جدت پسند طبقہ کے درمیان راہ اعتدال ہے۔" (تسنیم۔ منبر)

مودودی صاحب کی جماعت اب صرف سیاسی جماعت نہیں بلکہ نیچریت۔ اعتزال اور رسمی اسلام کے معجون مرکب کا نیم مذہبی اور نیم سیاسی فرقہ ہے۔ اس کا حکم یہ ہے ــــ

۱۔ جو لوگ عوام المسلمین میں سے نادانستہ ان کے ساتھ شامل ہو چکے ہیں۔ اور ابھی تک جماعت اسلامی کی رکنیت کا سرٹیفکیٹ ان کو

Marfat.com

نہیں ملا۔ اور ان میں داعیانہ اور سلف صالحین پر تنقید کی شان پیدا نہیں ہوئی۔ ان کے ساتھ بقدر ضرورت میل جول جائز ہے۔ تاکہ ان کو مودودیت کی حقیقت سمجھا کر صحیح اسلام پر باقی رکھا جا سکے۔

۲۔ جو لوگ عقائد اور خیالات میں مودودیت کے اندر رنگے جا چکے ہیں۔ ان کے ساتھ عوام المسلمین کو اختلاط کرنا سخت مضر ہے۔ عوام کو ایسے لوگوں سے باز رکھا جائے۔

۳۔ وہ ائمہ جو مودودیت کے داعی اور بزرگان سلف اور اکابر علماء پر تنقید کرتے ہیں۔ اور عوام المسلمین میں مودودیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ اور جو اس قسم کے نہ ہوں اور انہوں نے عقائد اور خیالات مودودیت کو قبول نہیں کیا۔ ان کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے۔ فقط بندہ عبداللہ خادم الافتاء۔ خیر المدارس۔ ملتان ۲۹-۳-۷۶۔

الجواب صحیح۔ خیر محمد مہتمم خیر المدارس ملتان۔ مہر دار الافتاء۔

علمائے کرام لائل پور کا متفقہ فیصلہ

اب جبکہ مودودیت کے خلاف علمائے حقانی نے ہر علمی مرکز سے مفصل اور تحقیقی فتاویٰ شائع فرما دئے ہیں۔ چنانچہ دار العلوم دیوبند۔ مظاہر العلوم سہارنپور۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ مدرسہ امینیہ دہلی وغیرہا مرکزی مقامات سے مدلل اور محقق تحریرات شائع ہو چکے ہیں۔

ہم ذیل کے دستخط کنندگان علی وجہ البصیرۃ اعلان کر دینا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔ کہ عوام و خواص جمیع مسلمین کو مودودیوں سے تعاون اور اشتراک عمل کرنے۔ نیز ان کی کتابوں اور رسائل اور

اخبارات وغیرہ سے اجتناب ضروری ہے۔ بس جو علماء دانستہ یا نادانستہ مودودیوں سے ربط وضبط رکھتے ہیں۔ اور ان سے اشتراک عمل اور ان کے تبلیغی اور سیاسی امور میں تعاون کرتے ہیں۔ ان کو اپنے اکابر کے اتباع میں علانیہ مودودیت سے بیزاری کا اعلان کرنا چاہیئے۔ اس سے جو مضر نتائج ظاہر ہو سکتے ہیں۔ ان کی تمام تر ذمہ داری ان ہی حضرات پر عائد ہو گی۔ جو اس مداہنت کو عملی جامہ پہنا کر قوم کو ضلالت کے گڑھے میں پھینک رہے ہیں۔ ہم اپنی سعادتمندی اسی میں یقین کرتے ہیں۔ کہ اپنے اکابر کے مسلک پر چل کر سلف صالح کے منور طریق کو مشتعل راہ ہدایت بنائے رکھیں۔ اور دنیا میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج میں اپنی تمام قوتوں کو صرف کر دیں جس کو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پسند فرمایا ہے۔ اب بھی جو حضرات مودودیت کو اپنائیں گے۔ وہ عند اللہ مجرم ہیں۔ اور ہم ان سے یکسوئی ضروری سمجھتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (اٹھائیس علمائے کرام نے اس فیصلے پر اپنے تصدیقی دستخط ثبت فرمائے ہیں۔ جو بخوف طوالت یہاں ذکر کرنے سے چھوڑ دئیے گئے۔)

مشعل

اسی طرح سے حضرت مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور کے مؤقر تصنیف — "حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب" — میں حضرت مولانا نے لاہور۔ بہاولپور۔ پنجاب۔ سندھ۔ صوبہ سرحد کے چوٹی بڑے بڑے اکابر علمائے حق کے تصدیقات اور فتاوے درج فرمائے ہیں۔ جنہوں نے بالاتفاق بہ یک زبان مودودی خرافات سے بیزاری کا اعلان فرما کر اہل اسلام کو مودودی فتنے سے خود بچنے اور اوروں کو بچانے کی تاکید فرمائی ہے۔ نہایت مفید رسالہ ہے۔ جو دفتر خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور سے مل سکتا ہے خود بھی لے کر پڑھیں۔ اور زیادہ تعداد میں منگا کر مسلمانوں میں مفت تقسیم کر کے خدمت دین میں حصہ لیں۔

بطور نمونہ یہاں صرف حضرت مولانا عبد اللہ صاحب مفتی و مدرس خیر المدارس ملتان۔

Marfat.com

حضرت مولانا عبدالحق صاحب مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے ارشاد مبارک کو نقل کرنا کافی خیال کیا جاتا ہے۔

مُشت نمونہ خروار

نحمدہ ونصلّی علی رسولہ الکریم۔ امابعد۔ شیخ التفسیر مخدوم العلماء حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی کی تصنیف "حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب" کے مضامین ہمارے مطالعہ میں آئے۔ ہم ان مضامین کے متعلق اپنی یہ رائے اظہار کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ حضرت مولانا مدظلہ العالی نے مودودی پر جو گرفتیں فرمائی ہیں وہ صحیح ہیں۔ واقعی مولانا مودودی صاحب نے ایسی پوزیشن اختیار کر لی ہے۔ وہ ایک جدید فرقہ کے بانی اور نئے اسلام کے داعی ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اس مقام کو خود تسلیم فرمایا ہے۔

اخبار تسنیم جلد ۸ شمارہ ۱۱۷ ۲۰ جون ۱۹۵۵ء میں فرماتے ہیں:۔

"اس کے علاوہ اس جماعت نے دو متحارب نظریوں کے درمیان صحیح اسلام کو قابل عمل صورت میں پیش کر کے وہ راہ اعتدال فراہم کی ہے۔ جس میں جمع ہو کر نظریات کا تصادم ختم ہو سکتا ہے۔ مولانا نے کہا۔ ہم خالص اسلام پیش کرتے ہیں۔ مگر قدامت پسند گروہ کی طرح نہیں۔ LIBERALISM کے قائل ہیں۔ مگر جدت پسند گروہ کی طرح نہیں۔

اس تحریر سے صاف واضح ہوتا ہے۔ کہ ساڑھے تیرہ سو برس کا اسلام (ماانا علیہ واصحابی) کو چھوڑ کر وہ ایک جدید اسلام امت کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی نظر میں یہ صحیح اسلام ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ گمراہی ہے۔ اس سے جتنا ممکن ہو جلد سے جلد توبہ کر کے سواد اعظم میں شمولیت کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ مخدوم العلماء حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ کہ انہوں نے مودودی صاحب اور ان کے متبعین کو بروقت متنبہ فرمایا ہے۔ اور ان کی اصلاح کی کوشش فرمائی ہے۔

Marfat.com

تنبیہ :۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب کے فتویٰ میں مودودی کی نسبت لفظ گمراہ اور مبتدع استعمال ہوا ہے۔ اور حضرات علماء ملتان کے فتوے میں بھی مودودی جماعت کو اہل ہوا اور بدعی کہا گیا ہے۔ ضروری ہے کہ اس کی تشریح ہو۔ ہوا کے معنے چاہ۔ خواہش۔ یعنی اللہ و رسول کی ہدایت کے بغیر اپنی چاہ اپنی خواہش اپنی ہی رائے سے دین میں کچھ کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ (اپنی رائے کی پیروی نہ کر یہ تمہیں اللہ کے راستے سے گمراہ کردے گی۔) مبتدع کے معنے بدعت والا۔ مُغرب میں ہے۔ کہ بدعت یہ ہے کہ دین میں اپنی طرف سے کچھ گھٹائے بڑھائے۔ علامہ شمنی نے تعریف کی ہے۔ کہ جو دین رسول اللہ صلعم سے لیا گیا ہے۔ اس کے برخلاف کوئی نیا علم یا عمل یا حال کسی شبہ سے مستحسن نظر آئے۔ اور اس کو دین اور صراطِ مستقیم سمجھا جائے۔ بحر الرائق۔

مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنے کو تمام فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔ اور یہ مکروہ وہ مکروہ تحریمی ہے۔ جو حرام کے حکم میں ہے۔ حاشیہ بحر الرائق۔

حضرت عائشہ کی حدیث ہے۔ کہ جس کسی نے ہمارے اس دین میں نئی بات پیدا کی وہ رد ہے۔ دوسری حدیث ہے جس کسی قوم نے دین میں جتنی نئی باتیں پیدا کیں اتنے ہی سنتوں سے محروم کئے جائیں گے۔ حضرت ابن عباس کی حدیث ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی عمل کو قبول نہیں فرماتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی بدعت کو چھوڑ دے۔ ابن ماجہ نے حضرت حذیفہؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کا کوئی روزہ، نماز حج، عمرہ، جہاد، فرض، نفل کچھ نہیں قبول فرماتا۔ بلکہ اسلام سے ایسا صاف نکلتا ہے۔ جیسے بال آٹے سے۔ ترغیب ترہیب۔ حدیث میں ہے۔ کہ جس کسی نے کسی بدعتی کی عزت کی تو اُس نے اسلام کے ڈھا دینے میں اسے امداد دی۔ ۱۲ سنن الہدیٰ۔

روح المعانی میں حضرت سہل ابن عبد اللہ کا قول نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

جس کسی کا ایمان صحیح اور توحید خالص ہو تو وہ کسی بدعتی کے ساتھ اُنس نہ لے گا۔ نہ اس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہوگا۔ نہ کھاتا پیتا ہوگا نہ صحبت رکھے گا۔ بلکہ اپنی طرف سے اس کے ساتھ بغض و عداوت کا اظہار کرے۔

اور جس کسی نے کسی بدعتی کے ساتھ کوئی نرمی کی، اللہ تعالےٰ سنت کی

Marfat.com

حلاوت اس کے دل سے مٹا دے گا۔ اور جو کوئی کسی بدعتی سے دنیا کی کسی غرض کے لئے محبت رکھے اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل اور فقیر کریگا۔ اور جو کوئی کسی بدعتی کے سامنے ہنسے، اللہ تعالے اس کے دل سے ایمان کا نور لے جائے گا۔ اور جس کو باور نہ ہو وہ اپنے آپ پر تجربہ کر لے۔ انتہی۔ روح ج ۹ صنہ

لیکن یہ کمر ریاد رہے کہ ہر نئی چیز بدعت نہیں بلکہ دین میں کسی نئے مسئلے کا ایجاد۔ نئی حقیقت نیا خیال نئی رائے پیدا کر کے اس کو شریعت کا جزو سمجھنا ہی بدعت ہے۔

(چیست یاران طریقت بعد ازین تدبیرما)

محمدی اسلام یا مودودی اسلام؟

عزیزانِ محترم! جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی نئی اسلامی دعوت کا مختصر سا نمونہ آپ کے سامنے آیا ہوگا۔ امید ہے کہ کسی حد تک آپ پر یہ منکشف ہو چکا ہوگا۔ کہ یہ آرائش اور تنظیم کے نظر فریب رنگ ڈھنگ میں اسلامی نظام قائم کرنے کے دعوے اور دھواں دھار تقریریں، جادو بیان لٹریچر، رسالے اخبارات یہ تمام سامان کس مقصد کے لئے ہیں۔ کیا شرع قدیم کی طرف کھینچنے کے لئے۔ یا دین کے نام سے کسی نئی قسم کی رنگین جیسی بے دینی کی طرف۔ اور ملک کے تمام اہم دینی اور علمی مراکز کے فیصلے بھی آپ کے سامنے آ گئے ہیں۔ جن کی روشنی میں آپ ضرور کسی فیصلے تک پہنچ گئے ہوں گے۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالی کے مطابق ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم ۱۲ (یہ علم دین ہے۔ پس غور کرو کہ کس سے تم یہ دین لے رہے ہو)

چاہیئے کہ علم دین حاصل کرنے کے لئے ہم ان لوگوں کو منتخب کریں۔ ان کی تصنیفات مطالعہ میں رکھیں جو ہر قسم کی خود غرضی سے پاک ہوں۔ مورد الزام نہ ہوں۔ امت اور

Marfat.com

بالخصوص علمائے امت کی نظروں میں مقبول ہوں۔ کیونکہ دین کے اونچ نیچ اور صحیح وغلط حق وباطل میں تمیز علماء ہی کر سکتے ہیں۔ اور بس۔ لہٰذا آج سے مودودی رسائل کا مطالعہ چھوڑ دیں۔ ہر کسی مخدوش اور خودغرض آدمی کی سحر بیانی بلند بانگ دعاوی سے فریب کھاکر اپنی دین اور عاقبت جیسی متاع عزیز کو اس کے حوالے کرنا حزم واحتیاط اور دور اندیشی سے بہت دور ہے۔ مولٰنا روم کا ارشاد ہے ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

بنابریں اگر آپ مودودی کے متعلق کسی درجے میں حسن ظن میں مبتلا ہوں۔ تو نہایت ادب سے عرض خدمت ہے۔ کہ گذرے ہوئے اوراق کو ایک بار پھر غور سے پڑھیں اور سمجھنے کی کوشش فرماتے ہوئے کسی وقت اور میرے خیال میں اخیر شب چونکہ قبولیت دعا کے لئے زیادہ قریب اور بابرکت ہے۔ رات کے آخری حصے میں وضو کر کے دوگانہ پڑھ کر قبلہ رو ہو کر نہایت عاجزی اور لجاجت سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حضور میں حق کی طرف رہنمائی کے لئے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ مبارک سے دعا کریں۔ اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الْحَقَّ حَقًّا فَاَتَّبِعَہٗ وَاَرِنِی الْمُنْکَرَ مُنْکَرًا وَّارْزُقْنِی اجْتِنَابَہٗ وَاَعِذْنِی مِنْ اَنْ یَّشْتَبِہَ عَلَیَّ فَاَتَّبِعَ ھَوَایَ بِغَیْرِ ھُدًی مِّنْکَ۔ ۱۲ رواہ فی الاحیاء۔ (یا اللہ مجھے حق حق کی شکل میں دکھا دے تاکہ میں اس کی تابعداری کروں۔ اور برائی برائی کی شکل میں دکھا دے اور مجھے اس سے بچنا بھی نصیب فرما۔ اور یا اللہ! مجھے اس سے پناہ دے کہ مجھ پہ اشتباہ آجائے اور تیری ہدایت کے بغیر اپنی خواہش نفس کا اتباع کروں۔)

پھر یہ سوچیں کہ اب جب میرے سامنے اسلام ہی کے نام سے گروہ دو ہو گئے ہیں۔ تو ان میں سے کیا انصاف یہی ہے۔ کہ جناب مودودی صاحب کی دعوت کی روشنی میں تمام علماء صلحاء۔ فقہا۔ اولیاء۔ قطب۔ غوث۔ ابدال۔ اوتاد۔ بزرگان دین کو کتاب احیاء تجدید دین کی ہدایت کے بموجب (دیکھیں اس کتاب کا صفحہ ۹۷) جہالت کے اندھیرے میں سمجھ کر اور مذکورہ بالا تمام برگزیدہ علماء وقت کے فتاویٰ کو پس پشت ڈال کر ایک جناب مودودی صاحب کو لے لیا جائے۔ اے کاش اگر آپ پیغمبری کا

Marfat.com

دعویٰ فرماتے۔ تو موقع تھا۔ کہ ایک پیغمبر کے مقابلے میں تمام ماسوے کو پس پشت ڈال دیا جاتا۔ لیکن آنحضرت ختمی مرتبت پر نبوت بھی ختم ہے۔ یا بصورت دیگر امت کے گذشتہ سلف صالحین اور آئمہ کرام بزرگانِ دین کی نقشِ قدم کی پیروی کی جائے۔ اور ان کے منور ہدایات کو آئینِ عمل بنالیا جائے۔ جس کو تمام امت نے بالاتفاق صراطِ مستقیم۔ سیدھی شاہراہ اور سبیل المؤمنین۔ مومنوں کی راہ تسلیم کیا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

بحمد اللہ تعالیٰ علمائے حق کے مشعد سے سے شریعتِ حقہ کے صحیح علم حاصل کرنے کے لئے اردو میں ہزاروں کتابیں موجود ہیں۔ جس سے راہِ حق معلوم کرنے میں کافی امداد مل سکتی ہے۔

اور یہ سوچیں کہ جب قیامت کے دن ایک جانب چاروں مذہبوں کے آئمہ کرام اور ان کے اتباع بزرگان دین۔ اولیار۔ علمار۔ صلحار حضرت غوث الاعظم پاک حضرت خواجہ معین الدین اجمیری۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی اور قطب الاولیار حضرت شیخ رمکار صاحبؒ وغیرہم کبار اولیار کا جم غفیر جو مودودی صاحب کی رائے میں سب تصوف کے گناہ میں ملوث اور پیری مریدی کے جرم کے مجرم ایک جانب ہوں اور جناب مودودی صاحب اپنے انوکھے خیالات اور اچھوتے اعتقادات کو لئے ہوئے چند حضرات مسٹر صاحبان کی جماعت کے ساتھ دوسری جانب کھڑے ہوں۔ تو حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جو خود بہ نفس نفیس بھی مودودی تنقیدات سے مجروح ہو گئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو دجالی تنقیدات صلاش) کس کا ساتھ دیں گے اور کس کا نہ دیں گے؟

آخیر میں ایک حدیث شریف پیش کی جاتی ہے۔ تاکہ وہ ان مضامین کا مسک الختام ہو جائے۔ رہا توفیق خیر وہ اللہ تعالیٰ کی چیز ہے۔ جس کو چاہے دے۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ آمین۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

Marfat.com

خاتمہ

عن سہل ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اَنَا فَرَطُکُمْ عَلَی الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَیَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ یَظْمَأْ اَبَدًا لَیَرِدَنَّ عَلَیَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُھُمْ وَیَعْرِفُوْنَنِیْ ثُمَّ یُحَالُ بَیْنِیْ وَبَیْنَھُمْ فَاَقُوْلُ اِنَّھُمْ مِنِّیْ فَیُقَالُ اِنَّکَ لَاتَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَیَّرَ بَعْدِیْ ۱۲

ترجمہ — فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں آگے جاکر تیاری کرنے والا ہوں تمہارے لئے حوض کوثر پر جو کوئی مجھ پر گذرے گا پیئے گا۔ اور جو پیئے گا۔ وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ گذریں گی مجھ پر کچھ قومیں جن کو میں پہچانتا ہوں گا۔ اور وہ بھی مجھے پہچانتے ہوں گے۔ (شاید ان پر مسلمانوں کی علامتیں ہوں گی) پھر وہ مجھ سے روک دئے جائیں گے۔ پس میں کہوں گا۔ کہ یہ لوگ تو میری امت میں سے ہیں۔ تو کہا جائے گا۔ کہ آپ نہیں جانتے ہیں۔ جو نئی باتیں انہوں نے نکالیں آپ کے بعد۔ پس میں کہوں گا۔ کہ دوری ہو اور ہلاکت ہو ان کے لئے جنہوں نے میرے بعد دین میں تغیر و تبدل کیا۔ حدیث متفق علیہ ہے۔ بخاری اور مسلم دونوں نے اس کو روایت کیا ہے۔

Marfat.com

تتمہ

کہا جاتا ہے. کہ علمائے کرام جناب مودودی صاحب کی پرانی باتوں پر تنقید کیوں کرتے ہیں ؟

جواباً عرض ہے کہ جناب نے چودہ سو سال کی پرانی شریعت مقدسہ پر تنقید کیوں کی ہے ؟ اگر جناب اپنے غلط اختراعات سے رجوع فرما لیتے . یا علمائے کرام کے ساتھ بحث و تمحیص کے بعد گذشتہ را صلوات اور آئندہ را احتیاط پر عمل کر کے موجودہ انتشار کو رفع فرماتے ، تو ہم اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے . لیکن افسوس کتنی چیخ و پکار کے باوجود بھی ابھی ابھی لاہور میں حکومت کے انتظام کے ماتحت جو عالمی مجلس مذاکرہ منعقد ہوا . وہاں بھی جناب نے اپنے تازہ مقالہ میں جو اخبارات اور " ترجمان القرآن " جنوری ۵۸ء میں شائع ہوا ، اپنے خیالی اجتہاد کی بنا پر قرآن حدیث میں تعبیر احکام اور استنباط کے متعلق اپنی لن ترانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرما ہے کہ :-

ان کے علاوہ ایک بہت بڑی قسم ان معاملات کی ہے جن کے بارے میں شریعت بالکل خاموش ہے ــــ یہ خاموشی خود اس بات کی دلیل ہے . کہ حاکم اعلیٰ ان میں انسان کو خود اپنی رائے سے فیصلہ کرنے کا حق دے رہا ہے . اس لئے ان میں آزادانہ قانون سازی کی جا سکتی ہے . الخ

پہلے تو اسلامی شریعت کو جو اقوام عالم کے لئے تا روز قیامت کفیل اور مکمل ناطق شریعت ہے . معاملات میں خاموش فرمانا انصاف سے کوسوں دور ہے . بالفرض ہو تو چودہ سو سال کی خاموشی کے بعد جناب کو یہ حق کہاں سے ملا کہ خداوند تعالیٰ کی شریعت میں اپنی خانہ ساز اجتہاد سے پیوند لگایا کریں . ؟

آگے چل کر قاضیوں کے فیصلوں کے متعلق بحث میں فرمایا کہ :-

Marfat.com

"حتیٰ کہ خلفائے راشدین کے بھی وہ فیصلے اسلام میں قانون نہیں قرار پائے جو انہوں نے قاضی کی حیثیت سے کئے تھے "

حالانکہ رسول خدا صلعم کے فرمانؐ کے بموجب خلفائے راشدین کے تمام فیصلوں کو اسلام میں باتفاق اہل اسلام قانونی حیثیت حاصل ہے۔

اے کاش! اگر جناب کو شریعت اسلامیہ سے بحالت موجودہ اتفاق نہ ہوتا۔ تو قبول نہ فرماتے لیکن اپنی رائے سے اس کو مسخ کر کے امت مرحومہ کو پریشانی میں نہ ڈالتے۔

ناظرین خود ہی سوچیں۔ کہ کیا شریعت مقدسہ سے جناب مودودی صاحب کے اس قسم کے چھیڑ چھاڑ کے ہوتے ہوئے علمائے کرام کا خاموش رہنا ہی انصاف ہے ؟

خدا اس عقلِ خود بین کو خدا بینی کی ہمت دے۔

مؤلف

له علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین - الحدیث ۱۲

Marfat.com

دُعَا

یا اللہ! اپنی کریمی اور رحیمی کی خاطر حق ہم کو حق کے رنگ میں دکھا دے۔ اور حق کی پیروی کی توفیق عطا فرما۔ اور باطل کو باطل دکھا دے۔ اور اس سے پرہیز کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! امت رسول اللہ کو موجودہ انتشار اور بے بنیاد اختلافات کی دلدل سے بچاکر صراط مستقیم کی ہدایت دے۔

یا اللہ! مسلمانوں کی قومی قوت کے بیش بہا خزانے کو اختلافات اور گمراہیوں میں ضائع ہونے سے بچا۔

اے اللہ! اے دلوں کے مالک! ہمارے قلوب کو نفسانی خواہشوں سے اور دین رسول اللہ میں تغیر و تبدل کرنے سے اور نئی نئی رنگین رنگین بدعتوں سے پھیر کر اپنے مقبول بندوں، سلف صالحین، بزرگان دین، ائمہ مجتہدین کی ہدایات اور نقش قدم پر ثابت قدم فرما۔

اے اللہ! ہمارے مہربان مالک! ہمارے تمام بھٹکے ہوئے فرقوں کو پھر سے اپنے حبیب کی سنت کی طرف ہدایت دے۔ آمین۔ دعا یہی ہے۔ لیکن دورِ آخریں ہے۔ جناب اسیر سرحدی کے اشعار سامنے آتے ہیں :-

خم خالی ہوئے ٹوٹ گئے پیمانے — چرچے تیری محفل کے بنے افسانے
دنیا ہی بدل دی کسی بیدرد نے آہ — وہ دور نہ وہ رند نہ وہ میخانے

؎

مستی کو محبت میں لٹا آیا ہوں — مٹی میں تمنائیں ملا آیا ہوں
اب گردش افلاک کا کیا ڈر ہے اسیر — دنیا سے بہت دور چلا آیا ہوں

؎

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہٖ اجمعین۔ وانا العبد الفقیر الاثم لدیغ المآثم قاضی عبد السلام عفا اللہ عنہ۔ متوطن زیارت کاکا صاحبؒ۔ خطیب جامع مسجد

۱۸ رشوال ۱۳۸۲ھ — نوشہرہ صدر من مضافات پشاور — ۳ر فروری ۱۹۶۲ء

Marfat.com

DATA ENTERED

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَزَّ وَجَلَّ

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ

اور یہ ہے شاہراہ میری سیدھی سو اس کو لو۔ اور دوسری راہوں کو مت لو۔ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے جدا کر دیں گی

آیۂ مقدسہ کی روشنی میں

کتاب

صراطِ مستقیم

کا

دوسرا ایڈیشن

جس میں پرویز صاحب اور مولانا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کی دعوت پر شریعت مقدسہ کی رو سے غور کیا گیا ہے

منجانب

قاضی عبد السلام الحنفی الاشرفی عفا اللہ عنہ

متوطن زیارت کاکا صاحب۔ حال خطیب جامع مسجد نوشہرہ صدر۔ ضلع پشاور

ہدیہ ناظرین ہے

قیمت دو روپیہ

صدیق اینڈ کمپنی
تاجران کتب

Marfat.com